ماہنامہ انوارِ مدینہ

جلد : ۱۷	رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ / ستمبر ۲۰۰۹ء	شمارہ : ۹

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلیٰ	نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر

امریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB(0954)7914-2

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311

خانقاہ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

رہائش ''بیت الحمد'' : 042 - 36152120

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
ملفوظات شیخ الاسلامؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ	۸
بُرانہ مانیے اور غور کیجیے	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۲
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ	۲۲
تربیتِ اَولاد	حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۶
رمضان المبارک کے عشرۂ اَخیرہ کے احکام	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ	۲۸
الوداعی خطاب	حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب	۳۴
روزہ	جناب پروفیسر محمد بشیر صاحب متینؔ فطرت	۴۲
قومیت وصوبائیت اَور زبان ورنگ کے...	حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب	۴۴
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۲
مرزا کے متعلق قاضی منصور پوریؒ کی......	حضرت مولانا ضیاءالمُحسن صاحب طیّب	۵۵
میری جستجو مدینہ	جناب پروفیسر محمد حمزہ نعیم صاحب	۵۷
دینی مسائل		۵۹
اَخبار الجامعہ		۶۲
وفیات		۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد!

سپاہِ صحابہ کے سربراہ حضرت علامہ علی شیر صاحب حیدری رحمۃ اللہ علیہ کو گزشتہ ماہ کی سترہ تاریخ کو اُن کے ایک ساتھی سمیت خیر پور سندھ میں شہید کر دیا گیا **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون**۔ علامہ صاحب رات گئے جلسہ سے واپس آرہے تھے کہ نامعلوم حملہ آوروں کے حملہ سے یہ عظیم حادثہ پیش آگیا۔ محافظوں کی جوابی فائرنگ سے ایک حملہ آور بھی مارا گیا۔

علامہ علی شیر صاحب حیدریؒ کی شخصیت اِس گئے گزرے دور میں بہت غنیمت تھی علامہ صاحب تمام مذہبی حلقوں میں سلجھے ہوئے اور معتدل مزاج راہنما کی حیثیت سے ہر دل عزیز تھے۔ اُن کی ناگہانی وفات سے ناپُر ہونے والا خلا پیدا ہوا ہے۔

دُوسری طرف حکومت کی جانب سے اِتنے اہم واقعہ کے باوجود کوئی مثبت ردِعمل تا حال سامنے نہیں آیا نہ ہی کسی قاتل کو اَب تک گرفتار کیا جا سکا۔ حکومت کی یہ سرد مہری بجائے خود قابل مذمت ہے جس کی وجہ سے نہ صرف علامہ صاحبؒ سے وابستہ حلقے تشویش میں مبتلاء ہیں بلکہ تمام مذہبی حلقے اِس واقعہ پر بے چین اور بے اطمینانی کا شکار ہیں۔

حکومت کو چاہیے کہ اِس سے پہلے کہ کوئی منفی ردِعمل سامنے آئے ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے قاتلین کے خلاف فوری کاروائی کرتے ہوئے اُن کو گرفتار کر کے قرارِ واقعی سزاء دِلائے تاکہ اِس حادثہ سے متاثرہ حلقے مطمئن ہوں اور آئندہ کے لیے علماءِ کرام کی قیمتی جانوں سے کھیلنے کا سلسلہ بند ہو۔

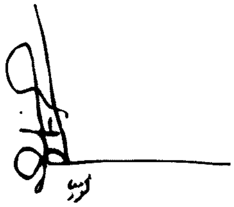

خوشخبری

اِنشاء اللہ رمضان بعد نئے تعلیمی سال سے جامعہ مدنیہ جدید کے عصری شعبہ تعلیم میں کمپیوٹر تعلیم کا باقاعدہ آغاز کیا جا رہا ہے۔ عرصہ سے خواہش تھی کہ اِس کام کو انجام دینے والے مناسب اَفراد اللہ تعالیٰ فراہم کردے جو اِس کو جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ ترقی دیتے چلے جائیں۔

ماہِ رجب میں جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل نوجوان مولوی ذیشان صاحب سلمہ اللہ نے اِس کام کا بیڑا اُٹھایا اور اَز خود کوشش کر کے جامعہ مدنیہ جدید میں عصری تعلیم کے اِس شعبہ کے لیے کمپیوٹرز، سکینز اَور پرنٹر فراہم کر کے اِس کے اجراء کے لیے اہم مواد مہیا کیا، اِن کو اِس کام کے لیے متوجہ اور متحرک کرنے پر اللہ تعالیٰ جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علم عزیز عامر اَخلاق سلمہٗ کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے کہ اِن دونو جوانوں کی مخلصانہ سعی ہماری اِس خواہش کا آغاز بن گئی۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ .

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

''شہد'' اور ''کلونجی'' میں مطلقاً شفاء ہے

''کُٹھ'' میں سات بیماریوں کی شفاء ہے، بچوں کا تالو گرنے میں مفید ہے

بخار جہنم کی جھونکار ہے اِس کو پانی سے ٹھنڈا کرو

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر59 سائیڈ B 1986 - 07 - 04)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

رسولِ کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے اِرشاد فرمایا کہ تمہارے لیے دواؤں میں جو استعمال کرتے ہو سب سے بہتر دواء سینگی لگوانا ہے خون نکلوا دینا۔ اور قُسطِ بحری اِس میں (بھی) بڑی شفاء ہے۔ اَب ''قُسط'' کو ''کُسطْ'' بھی کہتے ہیں اور یہاں اُسے شاید ''کُٹھ'' کہتے ہیں اُس کی دو قسمیں ہیں ایک تلخ ہوتی ہے ایک شیریں ہوتی ہے میٹھی، میٹھی استعمال آتی ہے دواؤں میں کھانے پینے کے، پیچش میں یہ بہت مفید دواء شمار ہوتی ہے اور اللہ جانے کس کس چیز میں کتنی مفید ہوتی ہوگی۔ کلونجی کے بارے میں تعریف آئی، اِس کے بارے میں آیا تھا کہ وہ تمام بیماریوں سے شفاء ہے سوائے موت کے تو کوئی دواء بھی پی جارہی ہو اُس میں وہ شامل کرلی جائے۔

بچوں کا گرا ہوا تالو دُرست کرنے کا طریقہ :

دُوسری دواء یہ ہے قُسطِ بحری۔ یہ دستور تھا پہلے اور اَب بھی کہیں ہوگا کہ بچوں کا تالو گر جاتا ہے تو اُس

کو اَنگوٹھے سے اُٹھاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ **لَا تُعَذِّبُوْا صِبْیَانَکُمْ بِالْغَمْزِ** یہ جو تم اُٹھاتے ہو اِسے، اِس میں بچے کو تکلیف ہوتی ہے تو یہ نہ کیا کرو بلکہ قُسط استعمال کرو۔ تو اِس کا جو بھی طریقہ ہو، لگانا ہو یا کھلانا ہو اُس سے وہ ٹھیک ہو جاتی ہے یہ دواء رسول اللہ ﷺ نے اُس (تالو) کے لیے بتلائی شاید سمیٹ پیدا کرتی ہو یہ تو وہ ٹھیک ہو جاتا ہوگا اپنی جگہ (سمٹ کر)۔

ایک اَور عورت ہیں حضرتِ اُمّ قیسؓ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا **عَلَامَ تَدْغَرْنَ اَوْلَادَکُنَّ بِھٰذَا الْعِلَاقِ** اِس طرح سے تالو کیوں اُٹھاتی ہو تم بچوں کے **عَلَیْکُنَّ بِھٰذَا الْعُوْدِ الْھِنْدِ** یہ عودِ ہندی استعمال کرلیا کرو۔ اَب عودِ ہندی ہو یا قُسط ہو دونوں کو ایک ہی چیز لکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس (قُسط) میں اَور کلونجی میں فرق کیا ہے اِس (قُسط) میں اِرشاد فرمایا **فَاِنَّ فِیْهِ سَبْعَةَ اَشْفِیَةٍ** اِس میں سات طرح کی بیماریوں سے شفاء ہے ایک اُن میں سے **ذَاتُ الْجَنْبِ** ہے نمونیہ، یہ نمونیہ سے بھی فائدہ پہنچاتی ہے اَور **یُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ** اگر یہ تالو گر جائے تو پھر اِس کو ناک میں ڈال دیا جائے اگر تر ہو ورنہ اُسے نسوار کے طور پر استعمال کرلیا جائے اَور اگر نمونیہ ہوا ہو تو **یُلَدُّ** [۱] اُس کو چٹا دیا جائے۔

بخار جہنم کی جھونکار، اِس کا علاج پانی کا استعمال :

حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا اَور حضرتِ رافع ابنِ خَدِیج رضی اللہ عنہ یہ دو حضرات جنابِ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ **اَلْحُمّٰی مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ** اِرشاد فرمایا کہ بخار جو ہے وہ جہنم کی جھونکار ہے ایک طرح سے **فَابْرِدُوْهَا بِالْمَآءِ** [۲] اِس کو پھر پانی سے ٹھنڈا کرو۔ بخاروں کی قسمیں ہیں اِس طرح کہ اُن میں پانی سے نہا لینا مفید ہے بخار اُتر جاتا ہے ویسے کسی بھی طرح کا بخار ہو جب وہ ایک سَو تین سے زیادہ ہو جائے ایک سَو چار ہو جائے تو پھر پانی کی پٹیاں کرتے ہیں ٹھنڈے پانی کی یا برف کی سَر کو تاکہ سَر متاثر نہ ہو بخار سے، بخار کی گرمی دماغ کے لطیف اَعضاء پر اَثر اَنداز نہ ہونے پائے اِس لیے پہلے بھی استعمال کرتے آئے ہیں اَور اَب بھی یہ استعمال کرتے ہیں اِس سے فائدہ ہوتا ہے۔ تو علاج اُس کا ٹھنڈک ہی ہوئی اَب وہ ٹھنڈک نہا کر پانی بہا کر بدن پر پانی میں کھڑے ہو کر یا ٹب باتھ کر کے کسی طرح بھی علاج کیا جائے وہ ہوگا۔

---

[۱] مشکوۃ شریف ص۳۸۷ [۲] مشکوۃ شریف ص۳۸۸

ٹب باتھ ..... مفید طریقۂ علاج :

اَور ٹب باتھ جو ہے یہ بھی ایک بہت بڑا علاج ہے ،لوگ کہتے ہیں ہر قسم کی بیماریوں کا علاج ہے موٹاپے کا علاج ہے رَسولیوں کا علاج ہے اَور کس کس چیز کا علاج ہے جو اُنہوں نے آزمائے ہیں طریقے اَور فوائد دیکھے ہیں تو بیماری کے دَوران اَور بیماری نکل جانے کے بعد دونوں کا اُنہوں نے موازنہ کیا ہے تصاویر بنائی ہیں تو وہ نہایت مفید ثابت ہوئی۔ بہت مفید دواؤں میں یہ طریق کار ہے اَور اِنسان کو جب عادت بن جاتی ہے تو سَردیوں میں ٹھنڈے پانی میں بیٹھتے ہیں ٹب باتھ کرنے والے اَور اُس سے اُنہیں نقصان نہیں ہوتا فائدہ ہوتا ہے تو گویا کچھ دوائیں اِرشاد فرمائیں کچھ علاج کے طریقے اِرشاد فرمائے جو اُصولی ہیں اُن سے آپ اُن میں سے اَور طریقے نکالتے چلے جائیں یہ اَلگ بات ہے۔

شہد اَور کلونجی میں شفاء ہی شفاء ہے :

تو اِرشاد فرمایا تھا کلونجی کے بارے میں شہد کے بارے میں اِن دونوں کو تو اِرشاد فرمایا یہ مطلقاً شفاء ہیں اَور چیزیں بتائیں ایسی کہ جن سے فائدہ ہوتا ہے ایسا کہ صحت بحال رہے تو اُن میں سے ایک طریقہ خون نکلوانے کا ہے۔

شدید مجبوری ہو تو داغنے کا علاج کیا جائے ورنہ نہیں :

علاج کے طریقوں میں ایک مفید طریقہ زخموں کے لیے یا اَور بھی بیماریوں کے لیے ہوسکتا ہے استعمال میں آیا ہے اُس زمانے میں وہ لوہا گرم کر کے داغنا ہے تو اُس کو فرمایا کہ شفاء اُس میں ہے مگر میں اپنی اُمت کو منع کرتا ہوں کہ وہ ایسے نہ کریں لیکن شفاء؟ فرمایا شفاء ہے اُس میں۔تو اگر شدید ضرورت ہو تو پھر استعمال میں آئے گا یہ۔ اَور میدانِ جہاد میں اَور زخمیوں میں خون روکنے کے لیے یہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی استعمال فرمایا اَور بھی کوئی طریقے ایسے ہوتے ہوں گے بیماریوں کے علاج کے جن میں یہ داغنا آتا ہوگا استعمال میں مگر اُس کو منع فرمایا ہے کہ یہ طریقے چھوڑ دیے جائیں جیسے یہ چینی لوگ چبھو دیتے ہیں پن (سوئیاں) جگہ جگہ اِسی طریقہ پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کوئی طریقہ ہوگا ایسا اَور ایک اُصولی چیز مزید اِرشاد فرمائی ہے وہ ہے پانی کہ پانی کا استعمال کریں پانی کے استعمال سے بخار کو فائدہ ہوگا شفاء حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنابِ رسول اللہ ﷺ کے علوم سے جو آپ کے ذریعے پہنچائے گئے ہیں مستفید فرماتے رہیں اَور آخرت میں آپ کا ساتھ نصیب فرمائیں، آمین۔ اختتامی دُعاء.......

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

☆ ہر قوم نے جب بھی ترقی کی ہے تو اِس کی کوشش کی ہے کہ اُس کا یونیفارم اُس کا کلچر، اُس کا مذہب، اُس کی زبان دُوسروں پر غالب اور دُوسرے ممالک واقوام میں پھیل جائے آریہ قوم کی تاریخ پڑھو، فارسیوں کے کارنامے دیکھو، کلدانیوں اور عریانیوں کی تاریخ کا مطالعہ کرو۔ یہودی اور عیسائیوں کے انقلاب کو غور سے دیکھو، دُور کیوں جاتے ہو عربوں اور مسلمانوں کے اُلوالعزم اعمال آپ کے سامنے موجود ہیں، زبان عربی صرف ملک عرب کی زبان تھی، عراق، سیریہ، فلسطین، مصر، سوڈان، الجیریا، تیونس، مراکش، فارس، صحرائے لیبیا وغیرہ میں کوئی شخص نہ عربی زبان سے آشنا تھا نہ مذہبِ اسلام سے نہ اسلامی رسم و رواج سے، مگر عربوں نے اُن ملکوں میں اِس طرح اپنی زبان، اپنا کلچر اپنی تہذیب جاری کردی کہ وہاں کے غیر مسلم اقوام آج بھی اسلامی یونیفارم، اسی کلچر، اسی تہذیب اور اسی زبان کو اپنی چیزیں سمجھتے ہیں، اسرائیلی قومیں، کلدانی نسلیں، عبرانی خاندان ترکی برادریاں، بربری ذاتیں وغیرہ وغیرہ ان دیار میں سب کی سب عربوں میں منہضم ہوگئی ہیں، اگر کسی کو اپنی ذات یا خاندان کا علم بھی ہے تو وہ بھی مثلِ خیال وخواب کے ہے، سب کے سب اپنے کو عرب سمجھتے ہیں اور عربیت ہی کے دعویدار ہیں۔

انگلستان کو دیکھیے یہ اپنے جزیرہ سے نکلتا ہے، کینڈا، آسٹریلیا، امریکہ، نیوزی لینڈ، کیپ کالونی، ساؤتھ افریقہ وغیرہ وغیرہ میں پوری جدوجہد کر کے اپنی زبان، اپنا کلچر، اپنی تہذیب، اپنا مذہب، اپنا لباس وغیرہ پھیلا دیتا ہے۔

جو لوگ اس کے مذہب میں داخل نہیں ہوتے وہ بھی اُس کے تہذیب وفیشن وغیرہ میں منجذب ہو جاتے ہیں، اور یہی حال ہندوستان میں روز افزوں ترقی پزیر ہے، ہندو قوم اسی سیلاب کو دیکھ کر مردہ زبان سنسکرت جس کو تاریخ کبھی کسی طرح عام زبان ہندوستان کی یا کم ازکم آریہ نسل کی نہیں بتا سکتی، آج اُس کی

اشاعت کی پر زور کوشش کر رہی ہے، اس کا لکچرار کھڑا ہوتا ہے اور پچاس فیصد سے زائد الفاظ سنسکرت کے ٹھونس کر اپنی تقریر کو نا قابلِ فہم بنا دیتا ہے، خود اُس کی قوم اِن الفاظ کو نہیں سمجھ سکتی اور بالخصوص اُس کا مذہبی واعظ تو بالکل اَسّی یا نوے فیصد الفاظ سنسکرت یا ہندی بھاشا کے بولتا ہے مگر اُسکی قوم اس کو بنظرِ استحسان ہی دیکھتی ہے۔

حالانکہ روئے زمین پر کوئی قوم یا ملک اِس زبان کا بولنے والا نہیں ہے اور غالبًا پہلے کسی زمانہ میں بھی یہ زبان عام پبلک کی زبان نہ تھی، وہ انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ دھوتی باندھنا نہ چھوڑے اس کا ایم، ایل، سی۔ ایم، ایل، اے۔ اسمبلی کے ممبران اُس کی قوم کا جج ڈپٹی کلکٹر وغیرہ دھوتی باندھ کر، سر کھول کر، قمیص پہن کر برسر اجلاس آتا ہے۔ کیا یہ قومی شعار اور قومی یونیفارم نہیں ہے؟ کیا اِسی طرح وہ اپنی ہستی کی حفاظت کی صورت نہیں نکال رہا ہے، گرونانک اور اُس کے اتباع کرنے والوں نے چاہا اپنے تابعداروں کی مستقل ہستی قائم کریں تو بال کا اور سر کا نہ منڈوانا، ڈاڑھی کا نہ کتروانا یا نہ منڈوانا، لوہے کے کڑے کا پہننا، کر پان کا رکھنا قومی یونیفارم بنا دیا۔ آج اِس شعار پر سکھ قوم مری جاتی ہے، اِس گرم ملک میں طرح طرح کی تکلیف سہتی ہے مگر بالوں کا منڈوانا یا کتروانا قبول نہیں کرتی، اگر وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے، دُنیا سے اُس کی امتیازی ہستی اور قومی موجودیت فنا کے گھاٹ اُتر جائے گی۔

مذکورہ بالا معروضات سے بخوبی واضح ہے کہ کسی قوم اور مذہب کا دُنیا میں مستقل وجود جب ہی قائم ہوسکتا ہے جبکہ وہ اپنے لیے خصوصیات وضع قطع میں، تہذیب و کلچر میں، بود و باش میں، زبان اور عمل میں قائم کرے، اِس لیے ضروری تھا کہ مذہب اسلام جو کہ اپنے عقائد، اخلاق، اعمال وغیرہ کی حیثیت سے تمام مذاہبِ دُنیاویہ اور تمام اقوالِ عالم سے بالاتر تھا اور ہے خصوصیات اور یونیفارم قائم کرے اور اُن کے تحفظ کو قومی اور مذہبی تحفظ سمجھتا ہو۔

اِس کی وہ خصوصیات اور یونیفارم خداوندی تابعداروں اور الٰہی بندوں کا یونیفارم ہو جن سے وہ اللہ کے سرکشوں اور دُشمنوں سے متمیز اور علیحدہ ہو جائے چنانچہ یہی راز مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کا ہے، جس پر بسا اَوقات نوجوانوں کو بہت غصہ آتا ہے، اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے تابعداروں کے لیے خاص یونیفارم تجویز فرمایا ہے، کہیں فرمایا جاتا ہے، ہم میں اور مشرکین میں فرق ٹوپیوں پر عمامے باندھنے سے ہوتا ہے **فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس** (او کمال قال) اسی بناء پر فرق اہلِ

کتاب سے مانگ نکالنے میں اختیار کیا گیا اِسی بناء پر اُزار اور پائجامہ میں ٹخنے کھولنے کا حکم دیا گیا تاکہ اہلِ تکبر سے تمیز ہو جائے۔

اِسی طرح بہت سے احکام اسلام میں پائے جاتے ہیں جن کے بیان میں بہت طول ہے اور جن میں یہودیوں سے، نصاریٰ سے، مجوسیوں سے، مشرکوں سے امتیاز اور علیحدہ گی کا حکم کیا گیا ہے اور اِن کے ذریعہ امتیاز بنایا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مردوں کو عورتوں سے بھی علیحدہ یونیفارم میں دیکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

عورتوں کے یونیفارم میں رہنے والے مرد، مردوں کے یونیفارم میں رہنے والی عورت پر لعنت کی گئی ہے، اِنہی امور سے عربی میں خطہ رائج کرنا بھی ہے، انہی امور میں مونچھ کا منڈوانا، کتروانا اور ڈاڑھی کا بڑھانا بھی ہے۔ **خالفوا المشرکین وفرو اللحی واحفوا الشوارب** (مسلم، بخاری) **جزو الشوارب ارخوا اللحی وخالفوا المجوس** (مسلم) **من لم یا خذ من شاربه فلیس منا**. (ترمذی ونسائی)

اِن روایات کے مانند اور بہت سی روایتیں کتبِ حدیث کے اندر موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں مشرکین، اور مجوسی ڈاڑھی منڈواتے تھے اور مونچھیں بڑھاتے تھے جیسا کہ آج عیسائی اور ہندو قوم کر رہی ہے اور یہ امران کے مخصوص یونیفارم میں سے تھا، بنابریں ضروری تھا کہ مسلمانوں کو دُوسرے کے یونیفارم کے خلاف حکم کیا جائے نیز یہ معلوم ہو گیا کہ لوگوں کا ڈاڑھی منڈوانے کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ عمل زمانۂ عرب کے رواج کی وجہ سے ہے جو کہ اُن میں جاری تھا کہ ڈاڑھیاں بڑھاتے تھے اور مونچھیں کٹاتے تھے غلط ہے، بلکہ اُس زمانے میں بھی مخالفین اسلام کا یہ شعار تھا جس طرح اِس قسم کی روایاتِ مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوا کہ یہ یونیفارم مشرکین اور مجوس کا تھا اس لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کو ان کے خلاف یونیفارم دیا جائے تاکہ تمیز کامل ہو جائے۔

اِسی طرح حدیث **عشرة من الفطرة قص الشارب واعفاء للحیة والاستیاك الخ** (ابوداؤد شریف) وغیرہ بتلا رہی ہے کہ خاص خاص مقربین وانبیاء علیہم السلام کے یونیفارم میں سے مونچھوں کا کتروانا اور ڈاڑھی کو نہ منڈوانا ہے کیونکہ فطرت اِنہی اُمور کو اِس جگہ میں کہا گیا ہے جو کہ انبیاء علیہم السلام کے شعار میں سے تھے جیسا کہ بعض روایتوں میں لفظِ فطرت کے بجائے **من سنن المرسلین** یا اِس کے ہم معنی الفاظ موجود ہیں۔ خلاصہ یہ نکلا کہ یہ خاص یونیفارم اور شعار ہے جو کہ مقربانِ بارگاہ الوہیت کا ہمیشہ سے

یونیفارم رہا ہو اور پھر دُوسری قومیں اِس کے خلاف کو اپنا یونیفارم بنائے ہوئے بھی ہیں جو کہ اللہ کے قانون کو توڑنے والی اور اُس سے بغاوت کرنے والی ہیں اِس لیے دو وجہ سے اِس یونیفارم کو اختیار کرنا ضروری ہوا۔

علاوہ اَزیں ایک محمدی کو حسبِ اقتضائے فطرت اور عقل لازم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے آقا کا سارا رنگ ڈھنگ، چال چلن، صورت سیرت اور فیشن کلچر وغیرہ اپنائے اور اپنے محبوب آقا کے دُشمنوں کے فیشن اور کلچر سے پرہیز کرے، ہمیشہ عقل اور فطرت کا تقاضا یہی رہا ہے اور یہی ہر قوم اور ملک میں پایا جاتا ہے۔ آج یورپ سے بڑھ کر رُوئے زمین پر حضرت محمد ﷺ اور مسلمانوں کا دُشمن کون ہے؟ واقعات کو دیکھیے! اِس بناء پر بھی جواُن کی خصوصیات اور فیشن ہیں ہم کو اِس سے انتہائی نفرت ہونا چاہیے، خواہ وہ کرزن فیشن ہو یا گلیڈ اسٹون فیشن، خواہ فرنچ فیشن ہو یا امریکن، خواہ وہ لباس سے تعلق رکھتا ہو یا بدن سے، خواہ وہ تہذیب سے ہو یا عادات سے، ہر جگہ اور ہر ملک میں یہی امر طبعی اور فطری شمار کیا گیا ہے کہ دوست کی سب چیزیں پیاری معلوم ہوتی ہیں اور دُشمن کی سب چیزیں مبغوض اور اَوپری! بالخصوص جو چیزیں دُشمن کی خصوصی شعار ہو جائیں۔ اِس لیے ہماری جدو جہد اِس میں ہونی چاہیے کہ ہم غلامانِ رسول ﷺ اُن کے فدائی بنیں نہ کہ غلامانِ کرزن و ہارڈنگ و فرانس و امریکہ وغیرہ۔

باقی رہا امتحان مقابلہ یا ملازمتیں یا آفس کے ملازموں کے طعنے وغیرہ تو نہایت کمزور عذر ہیں، سکھ امتحانِ مقابلہ بھی دیتے ہیں، چھوٹے بڑے عہدوں پر بھی مقرر ہیں اپنی وردی پر مضبوطی سے قائم ہیں، کوئی اُن کو ٹیڑھی آنکھ سے نہیں دیکھتا باجود قلیل التعداد ہونے سب سے زیادہ ملازمتیں اور عہدے لیے ہوئے غرا رہے ہیں، اِسی طرح ہندوؤں میں بھی بکثرت ایسے افراد اور خاندان پائے جاتے ہیں۔

☆ بڑوں کا مقولہ ہے : **تعاشروا کالاخوان وتعاملوا کالاجانب** یعنی میل جول اُٹھنا بیٹھنا بھائیوں کی طرح کرو اور معاملہ اَجنبیوں کا طرح کرو، چیزوں میں شرمانا اور مصارف سے خبر نہ کرنا اصول معاملہ اور اصول تجارت دونوں کے خلاف ہے۔

☆ لڑکیوں کے لیے سسرال جانا زندگی کا (ایک) دَور ہوتا ہے، سمجھدار لڑکیوں کے لیے نہایت سمجھ اور صبر و سکون کو عمل میں لانا اور قدم قدم پر غور کرنا ضروری ہوتا ہے ورنہ زندگی وہاں وبالِ جان بن جاتی ہے، اِس کا بڑا سبب نئے نئے لوگوں سے سابقہ پڑنا ہے۔ ✪ ✪ ✪

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۳۳

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

بُرا نہ مانیے اَور غور کیجیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُاللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى وَنُصَلِّى عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اَمَّا بَعْدُ !

اہلِ سنت والجماعت حنفی :

بھائیو! جو شخص بھی اپنے آپ کو اہلِ سنت حنفی کہتا ہے مسلمان ہے اُسے کافر سمجھنا ذلیل نظروں سے دیکھنا گناہِ کبیرہ ہے۔ ۱۸۵۷ء میں جب سقوطِ دہلی کے بعد ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط ہو گیا تو اُس نے اہلِ سنت والجماعت حنفی مسلمانوں میں جن کی حکومت اُس نے چھینی تھی پھوٹ ڈالنی شروع کی۔ اِس سے پہلے کبھی متبع سنت علماء کو کافر نہیں کہا گیا تھا اور نہ متبع سنت علماء نے بدعتی علماء کو کافر کہا تھا۔ یہ صرف سو سال کے اندر اندر انگریز نے انقلاب پیدا کیا۔ اُس کی پالیسی ہی یہ تھی کہ لڑاؤ اور حکومت کرو۔

اِس مقصد میں سب سے زیادہ کارِ نمایاں فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب نے انجام دیا۔ اُنہوں نے متبعین سنت علماء اہلِ سنت کی تکفیر (کافر قرار دینا) سرگرمی سے شروع کی۔ اِسی کام میں اُن کی ساری عمر کٹی۔ لیکن یہ کام اُن کے لیے اُس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک وہ اُن حاملین فقہ وسنت علماء پر پہلے فرضی جھوٹے الزامات جنہیں بہتان کہا جائے نہ لگالیں۔ اُنہوں نے اِس غرض سے اُن کے اُوپر غلط عقائد

رکھنے کا الزام لگایا اور اپنے ماننے والوں کو اِتنا برخلاف کیا کہ اگر یہ اَکابر یہ کہیں اور لکھیں بھی کہ ہم پر یہ جھوٹا اِلزام ہے، ہمارا تو یہ عقیدہ ہی نہیں ہے تو بھی وہ اُن کا اعتبار نہ کریں اور شک کرتے رہ جائیں۔

حالانکہ اُن کے عقائد صحیح ہونے کی دلیلیں بھی سامنے ہیں مثلاً یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ سارے اہلِ سنت حنفی مدارس میں الف باء کے قاعدے سے لے کر تفسیر کی آخری کتاب تک حدیث شریف کی تمام ہی کتابیں مشکٰوۃ شریف اَور صحاح ستہ فقہ کی تمام ہی کتابیں ہدایہ آخرین تک عقائد کی تمام ہی کتابیں پھر فتوؤں کی تمام ہی کتابیں، غرض الف سے لے کر یاء تک جو اہلِ سنت والجماعت (دیوبندی) حضرات کے یہاں کتابیں پڑھائی جاتی ہیں وہی بدعتی علماء (بریلوی حضرات) کے یہاں بھی پڑھائی جاتی ہیں، اِس کو ''درسِ نظامی'' کہتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ہر جگہ ہر دو مکتبِ فکر کے علماء اپنے اپنے فتوؤں میں جن کتابوں کے حوالے دیتے ہیں وہ سب ایک ہیں۔ اِس میں آپ کو کہیں اختلاف نظر نہیں آئے گا۔ یہ ہمارا دعوی ہے جو واضح ہے اور مدلل ہے۔ اگر اِس میں ذرا غلط بیانی کا شبہ ہو تو آپ خود خاموشی سے اہلِ سنت دیوبندی اور اہلِ بدعت بریلوی مدارس میں تحقیق کر کے دیکھ لیں۔ سب کے یہاں یہی نصاب ملے گا اور سب کے مفتی عالمگیری، شامی، قاضی خاں، البحرالرائق، فتح القدیر، مبسوط وغیرہ سے ہی فتوؤں کے جواب لکھتے نظر آئیں گے۔

اِختلاف کا پسِ منظر :

پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اختلاف کہاں سے آیا؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اِس اختلاف کے بانی فاضل بریلی اَحمد رضا خاں صاحب ہیں اور چونکہ اُن کی کتابوں کے علاوہ کہیں اختلاف تھا ہی نہیں، اِس لیے اُنہوں نے اپنے انتقال سے پہلے یہ وصیت کر دی تھی کہ

> ''میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اُس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔'' (وصایا شریف وصیت نمبر ۱۴ ص ۱۰ مطبوعہ آگرہ یوپی اِنڈیا)

یعنی قرآن و حدیث کے احکام تو فرض تھے ہی یہ تو تم سنتے آئے ہو لیکن میرا مذہب کچھ اَور ہے وہ میری کتابوں سے ظاہر ہے۔ اِس پر قائم رہنا بلکہ مضبوطی سے قائم رہنا اُس سے بھی بڑا فرض ہے۔ اور وہ دین و مذہب جو اُنہوں نے اپنی کتابوں میں بھرا ہے صرف یہ ہے کہ علماءِ حق پر الزام رکھ کر اُنہیں جگہ جگہ کافر کہا ہے۔ اُن کی کتابیں پڑھی جائیں تو اُن میں جگہ جگہ تکفیر ہی دکھائی دے گی یا نئے نئے مسائل جو اُنہوں نے بنائے ہیں

تا کہ جھگڑے کی بنیاد بنیں۔ (اس لیے) وہ آج تک اُن کے نقشِ قدم پر چل کر مسلمانوں کی تکفیر کیے جا رہے ہیں اور تفریق پھیلا رہے ہیں۔

اِنہیں بڑھانے والوں نے صحابہ کرامؓ سے بھی بڑھا دیا۔ (اور وہ اِن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ) :

> ''زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخِ کرامؒ کو یہ کہتے سنا ہے کہ اُن کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔'' (وصایا شریف ص ۲۴ مصنفہ حسنین رضا خاں ابن فاضل بریلوی مطبوعہ الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ و اَنجمن اِرشاد المسلمین ۶۔بی شاداب کالونی حمید نظامی روڈ لاہور)۔

مذکورہ معروضات سے معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی کی کتابیں ہی فساد کی جڑ ہیں۔ اَب آپ ہی سوچیے کہ آپ سنت کی پیروی کرنی چاہتے ہیں یا احمد رضا خاں کی بدعات کی۔ آپ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں یا فاضلِ بریلوی احمد رضا خاں صاحب کے۔ یقیناً آپ اہلِ سنت والجماعت ہیں آپ حنفی ہیں۔ یقیناً عاشقِ رسول ہیں اور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر جو چلے آپ اُس کے بھی عاشق ہیں اِس لیے آپ ہر مسئلہ میں بریلوی عالم سے یہ پوچھ لیا کریں کہ حدیث شریف میں اور فقہ امام اعظمؒ میں کیا حکم آیا ہے بس اُسی پر عمل کریں اور اپنی آخرت سنواریں۔

بدعت :

پھر اگر بریلوی عالم یہ کہے کہ یوں کر لیا کرو۔ اگر چہ حدیث میں تو نہیں، تفسیر میں بھی نہیں اور فقہ میں بھی نہیں لیکن یوں ہے وُوں ہے اِس میں حرج ہی کیا ہے۔ تو سمجھ لیا کریں کہ یہ نئی چیز نکال رہا ہے اور اِسے ثواب کا کام کہہ رہا ہے اور یہی کہہ کر کہ اِس میں حرج ہی کیا ہے، مُحدَث ، بدعت ایجاد کر رہا ہے، ایسے مسئلہ میں اُس کی بات نہ مانیں (کیونکہ) اِسی کو بدعت کہا جاتا ہے۔ سوائے اِس کے کوئی نیا مسئلہ درپیش ہو اور اِس پر سب علماء متفق ہو جائیں کوئی اُسے بدعت نہ کہے تو ایسا مسئلہ اجماعِ اُمت کے تحت درست ہوگا ورنہ اگر کچھ علماء کہتے ہوں کہ یہ جائز ہے، اِس میں حرج کیا ہے اِس میں یہ فائدہ ہے اور کچھ علماء کہتے ہوں کہ یہ بدعت ہے تو وہ بدعت ہی کہلائے گا وہ ثواب اور نیکی نہ بنے گا (اِمام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الاسماء میں یہ وضاحت فرمائی ہے)۔

اور حدیثِ پاک میں بدعتی کے لیے سخت وعید آئی ہے۔ بدعت کی یہ نحوست بتلائی گئی ہے کہ جب کوئی قوم بدعت میں لگ جاتی ہے تو سنت اُٹھالی جاتی ہے پھر سنت نہیں لَوٹائی جاتی۔ آپ دیکھ لیں کہ بدعتی علماء نئے نئے مسئلے اُٹھا کر اُن کی پابندی کر رہے ہیں اور اتفاق واتحاد کے فرض کو مٹا رہے ہیں۔ بھائی بھائی میں نفرت و نفاق کا بیج بو رہے ہیں۔

بدعت کی جو تعریف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے وہ بدعت کی ایسی تعریف ہے جسے خود بدعتی علماء نے صحیح تسلیم کیا ہے اور فاضل بریلوی کے دَور میں یہ انوارِ ساطعہ اور براہینِ قاطعہ میں ضبطِ تحریر میں بھی آچکی ہے لیکن اُنہوں نے کچھ لکھی اور کچھ چھوڑی ہے کیونکہ پوری بات لکھ دیتے تو اُسی تعریف کے رُو سے وہ خود بدعتی قرار پاتے۔ پوری عبارت یہ ہے جو علماءِ اہلِ سنت کے افادہ کے لیے درج کی جاتی ہے۔

وَرَوَی الْبَیْهَقِیُّ بِاِسْنَادِهٖ فِیْ مَنَاقِبِ الشَّافِعِیِّ عَنِ الشَّافِعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَلْمُحْدَثَاتُ مِنَ الْاُمُوْرِ ضَرْبَانِ اَحَدُهُمَا مَا اُحْدِثَ مِمَّا یُخَالِفُ کِتَابًا اَوْ سُنَّةً اَوْ اَثَرًا اَوْ اِجْمَاعًا فَهٰذِهِ الْبِدْعَةُ الضَّلَالَةُ.

وَالثَّانِیَةُ مَا اُحْدِثَ مِنَ الْخَیْرِ لَا خِلَافَ فِیْهِ لِوَاحِدٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ وَهٰذِهٖ مُحْدَثَةٌ غَیْرُ مَذْمُوْمَةٍ وَقَدْ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ قِیَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ نِعْمَةُ الْبِدْعَةِ هٰذِهٖ یَعْنِیْ اَنَّهَا مُحْدَثَةٌ لَمْ تَکُنْ وَاِذَا کَانَتْ لَیْسَ فِیْهَا رَدٌّ لِمَا مَضَا. هٰذَا آخِرُ کَلَامِ الشَّافِعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ (تَهْذِیْبُ الْاَسْمَاءِ وَاللُّغَاتِ لِلْاِمَامِ النَّوَوِیِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلْجُزْءُ الْاَوَّلُ مِنَ الْقِسْمِ الثَّانِیْ. (حرف الباء ص ۲۲)

(یعنی) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی سند کے ساتھ اپنی کتاب مناقبِ شافعی میں لکھا ہے کہ اُنہوں نے اِرشاد فرمایا ہے کہ دین میں (دین کا کام سمجھ کر) نئی چیزوں کی اِیجاد دو قسم کی ہے ایک وہ محدث (نئی ایجاد) جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ یا اقوالِ صحابہ یا اجماع کے مخالف ہو تو یہ وہ بدعت ہے جو ضلالت (گمراہی) ہے۔ دُوسری قسم وہ ایسی نیکی کی ایجاد ہے جو سب علماء نے مل کر طے

کی ہو جس میں کسی ایک بھی عالم نے مخالفت نہ کی ہو یہ وہ محدث (نئی چیز ہے) جسے برا نہیں بتلایا گیا اَور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کے مہینے میں قیام (تراویح) کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ بہت اچھی بدعت ہے یعنی یہ ایسی ایجاد ہے جو پہلے رائج نہ تھی اور جب شروع ہوئی تو اِس میں کوئی رَدّوقدح نہیں کیا گیا کیونکہ یہ گزر چکی تھی (یعنی جنابِ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں دو دن اِس پر عمل فرمایا تھا) یہ اِمام شافعیؒ کی گفتگو کا آخری حصہ ہے۔''

اِب جو لوگ کوئی بدعت نیکی کہہ کر ایجاد کرتے ہیں تو آپ اُسے اِس معیار سے جانچ لیا کریں کہ کیا سارے حنفی اہل سنت علماء اِس پر متفق ہیں یا نہیں۔ اگر سب متفق ہوں تو وہ جائز ہوگئی بدعت نہ ہوگی اور اگر اختلاف ہو تو بدعت سمجھیں۔ صرف اُس نیکی پر عمل کریں جس پر سب علماء کا اِتفاق ہو۔

تازہ بدعت :

تازہ مثال دیکھ لیجیے کہ اَذان سے پہلے صلٰوۃ والسلام کا رواج نہ اِسلام کے شروع میں تھا نہ پہلی صدی میں حتی کہ تیرویں صدی گزری اور چودھویں صدی میں آکر یہ تقریباً ۱۳۹۵ھ میں شروع کیا گیا اور فوراً ہی اِسے اسلام کا جز بنالیا حالانکہ ۱۳۹۵ھ کے لگ بھگ ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ شیعہ اپنی اَذان میں اَذان کے کلمات کے علاوہ جو کچھ بڑھاتے ہیں وہ سب بے اَصل ہے۔ اَذان اُن کے مذہب کے اعتبار سے بھی وہی ہے جو ہماری ہے مگر اُنہیں روکتے روکتے ہم نے خود ایک بدعت شروع کردی جس کا کہیں پہلے ثبوت نہیں ہے جسے بعض بدعتی (بریلوی) علماء نے بھی منع کیا اور اُن کے فتوے بھی چھپے اور جس پر خود بریلی میں بھی پابندی سے عمل نہیں کیا جاتا۔

اگر اَذان کے ساتھ یہ اضافہ شیعوں کے مقابلہ کی نیت سے کیا گیا ہے تو بھی دُرست نہیں ہے کیونکہ اِس سے اَذان کی اُس شکل میں تبدیلی آتی ہے جو جنابِ رسول اللہ ﷺ نے بنا کردی تھی اور ہر مسلمان پر اُس کی حفاظت ضروری تھی کیونکہ دین مسلمانوں کے پاس رسول اللہ ﷺ کی امانت ہے اِسے ویسا ہی رکھنا ضروری ہے جیسا رسالت مآب ﷺ اُمت کے سپرد کر کے تشریف لے گئے ہیں۔

آ گے .... آپ یہ پوچھیے :

آپ یہ پوچھیے کہ اَذان کے وقت کیا کرنا چاہیے؟ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے کیا بتلایا ہے؟ بس اُسی پر عمل کریں۔ حدیثِ پاک میں صاف آتا ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا : جب مؤذن کو اَذان دیتے سنو تو مؤذن کے کلمات تم بھی کہتے رہو ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ پھر مجھ پر دُرود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک دفعہ دُرود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر دَس بار رحمت اُتارتے ہیں پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دُعا مانگو وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں ایک ہی بندے کے لیے ہوگا اور مجھے اُمید ہے کہ میں وہ ہوں فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ جو میرے لیے وسیلہ کی دُعا کرے گا اُس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۶۴ بحوالہ مسلم شریف)

یعنی اَذان کے بعد دُرود شریف پڑھے پھر اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ . الخ کی دُعاء پڑھے۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے تعلیم کردہ طریقہ پر عمل کریں اور بس۔

بدعت کا نقصان :

بریلوی علماء بات بات پر یہ کہہ کر کہ اِس میں حرج ہی کیا ہے بدعات کو فروغ دیتے ہیں حالانکہ اِس سے تو جنابِ رسول اللہ ﷺ کی بتلائی ہوئی عبادت کی شکل بدل جائے گی اَور دین کی کسی چیز کی شکل بدلنے کا اختیار آقا ﷺ کو تھا ہم غلاموں کو نہیں۔ ہمیں تو صرف آقا ﷺ کی پیروی کا حکم ہے کہ آنکھ میچ کر صرف اتباعِ سنت کرتے جائیں تو بیڑا پار ہو جائے گا۔

آخر آپ دیکھیے کہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی دو رکعتوں کے قعدہ میں التحیات پڑھنے کے بعد دُرود پڑھنا منع ہے بلکہ اگر کسی نے پڑھ لیا تو اِمام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اُس نے غلطی کی اُسے سجدہ سہو کرنا ہوگا۔ اگر آپ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے پوچھیں گے کہ اِس میں حرج ہی کیا ہے اور کونسی حدیث میں آیا ہے کہ پہلے قعدہ میں دُرود شریف مت پڑھنا تو اِمام اعظمؒ یہی جواب دیں گے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے ایسا نہیں کیا اِس لیے میں منع کرتا ہوں۔

اسی ایک تازہ بدعت کی مثال سے ہی سے آپ نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ افضل شخص وہی ہے جو پرانے طے شدہ مسائل پر عمل کرے اور سنت پر قائم رہے اور دُوسروں کو بھی سنت پر عمل کی دعوت دے اَور وہی

''اہل سنت و جماعتِ حنفی'' ہے اور جو نئے نئے مسائل پر چلے جو صدیوں بعد ایجاد ہوئے ہیں وہ اہل سنت والجماعت میں نہیں ہے بلکہ بدعتی ہے اَور جواُن کے لیے جھگڑے بھی وہ پکا بدعتی ہے۔ وہ مرنے کے بعد جناب رِسالت مآب ﷺ کو کیا منہ دکھائے گا اور آپ سے کیسے شفاعت چاہے گا۔

بدعت کا ایک اَور نقصان :

بدعتی علماء جب ایک دروازہ کھولتے ہیں تو عوام ایسے اَور دروازے کھول لیتے ہیں۔ بدعتی علماء جس چیز کو مستحب کہتے ہیں عوام اُسے واجب بلکہ فرض بلکہ کفر و اِسلام کا مسئلہ بنا ڈالتے ہیں پھر اِس پر لڑائی جھگڑے فساد تک کی نوبت آتی ہے۔ مثال کے لیے صفر کے آخری چہار شنبہ ہی کو لے لیجیے۔ بریلوی عالموں نے اِسے بے اَصل اور غلط لکھا ہے۔ احمد رضا خاں صاحب کے شاگرد اور خلیفہ صدر الشریعہ امجد علی صاحب لکھتے ہیں :

> ''ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے۔ لوگ اپنے کاروبار بند کردیتے ہیں سیر و تفریح و شکار کو جاتے ہیں۔ پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اِس روز غسل صحت فرمایا اور بیرونِ مدینہ طیبہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اَصل ہیں بلکہ اُن دِنوں میں حضورِ اکرم ﷺ کا مرض شدت کے ساتھ تھا وہ باتیں خلافِ واقع ہیں۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اِس روز بلائیں آتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں بیان کی جاتی ہے، سب بے ثبوت ہیں بلکہ حدیث کا اِرشاد لَا صَفَرَ یعنی سفر کوئی چیز نہیں ایسے تمام خرافات کو رَد کرتا ہے۔'' (بہارِ شریعت ص ۲۵۷، ۲۵۸ حصہ شانزدہم)

لیکن اَب اِس کے بارے میں کوئی بدعتی عالم زبان نہیں کھولتا۔ کوئی نہ روکتا ہے نہ ٹوکتا ہے کیونکہ بدعتی علماء عوام کو دین نہیں سکھاتے۔ اُنہیں سنتِ رسول ﷺ کا راستہ نہیں دکھاتے اُن کا مقصد دین سکھانا نہیں بلکہ اُن کا مطلوب دُنیا ہے اُن کا مقصد خدا کی خوشنودی حاصل کرنا نہیں بلکہ عوام کے منشاء پر چل کر اُن کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں ہدایت دے اَور اللہ ہم سب کو جنابِ رسول ﷺ کی سنت پر چلائے اَور بدعات سے بچائے، آمین۔

فاضل بریلوی احمد رضا خاں صاحب کے بدعتی فرقہ کی بنیاد اہل سنت والجماعت پر اِلزام تراشی اور

سبّ وشتم پر ہے اور اُن کے اجتہادی مسائل کی بنیاد ضعیف حدیثوں پر ہے۔ اُنہوں نے ضعیف حدیثوں کو قابل عمل بلکہ حجت قرار دینے کی بہت کوشش کی ہے۔ اِس موضوع پر اُنہوں نے اپنے مجموعہ فتاوی میں تقریباً ایک سو پچیس صفحات کا طویل مضمون بھی لکھا ہے اس طرح ضعیف حدیثوں سے بھی اُنہوں نے جو مسئلہ نکالا اُسے بھی جھگڑے اور تفریق کی بنیاد بنایا ہے۔

فاضل بریلوی کی فقاہت کی ایک مثال :

بہت سے مسائل میں اُنہوں نے اجتہاد بھی کیا ہے اَور اُس میں اُن سے زبردست غلطیاں ہوتی رہی ہیں لیکن اُنہوں نے ہمیشہ اپنی غلطی ماننے کے بجائے اصلاح کرنے والوں کا مذاق اُڑایا ہے۔ مثلاً اُن کی سمجھ میں یہ آیا کہ نوٹوں میں سود نہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ کاغذ ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنا ایک روپیہ کا کاغذ ایک ہزار میں بیچ دے تو بالکل جائز ہے کیونکہ ہر آدمی کو اپنی چیز کی قیمت لگانے کا اختیار ہے۔ اِس طرح اُنہوں نے نوٹوں میں سود کے جواز کا فتوی صادر کر دیا۔ اُن کے اِس اجتہاد پر جب اعتراض ہوا تو اُنہوں نے ایک لمبا رسالہ لکھ ڈالا اُس کا نام '' كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِمِ فِيْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِمِ '' رکھ دیا اَور اِس میں ہر اُس بزرگ کا مذاق اُڑایا جس نے اُن کے اِس مسئلہ کو غلط کہا اَور اپنے مذکورہ بالا دلیل پر جمے رہے۔ اُنہیں فقہ کی عبارتیں بہت یاد تھیں وہ سب لکھ ڈالیں مگر وہ فقیہ نہ تھے۔ اُن کا علم غیر اُصولی تھا، مطالعہ سے بڑھا تھا اور طبیعت میں بے حد ضد اَور عناد تھا۔ اِس لیے اپنی غلطی پر متنبہ نہ ہوئے۔ آپ جانتے ہیں کہ پانچ روپیہ کے نوٹ پر بھی یہ عبارت ہوتی ہے :

> '' بینک دولت پاکستان پانچ روپیہ حامل ہٰذا کو مطالبہ پر اَدا کرے گا حکومتِ پاکستان کی ضمانت سے جاری ہوا پھر گورنر بینک دولت پاکستان کے دستخط ہوتے ہیں۔''

تو یہ کاغذ وہ کاغذ نہیں جس پر فاضل بریلوی نے قیاس کیا کہ بلا کراہت اپنے کاغذ کو چاہے ایک ہزار میں بیچ دے اُسے اختیار ہے۔ یہ حکومت کا کاغذ ہے، مملکت کا بیت المال (اسٹیٹ بینک) اِس کا جاری کرنے والا ہے۔ اِس کے پانچ کے نوٹ سے پانچ کا اَور ہزار کے نوٹ سے ہزار ہی کا نفع حاصل کر سکتے ہیں اَور جب وہ ضمانت سے اِنکار کر دے نوٹ کینسل کر دے تو ہزار کے نوٹ بھی بیکار ہو جاتے ہیں۔ پانچ روپیہ کا نوٹ ہو یا ایک اَرب کے نوٹ ہوں جب کسی بیرونی ملک میں چلے جاتے ہیں تو بین الاقوامی بنک کے ذریعہ اِتنے نوٹوں

کا سونا چاندی یا مال واسباب پاکستان کو دینا پڑتا ہے اور اسٹیٹ بینک اُتنے ہی نوٹ چھاپتا ہے جتنا اُس کے پاس سونا چاندی یا مال و جائیداد وتمسکات ہوں۔ اگر نوٹ اِس سے زیادہ مثلاً دُگنے چھاپ دے تو روپیہ کی قیمت آدھی کرنی پڑ جاتی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ نوٹ ایک سرکاری دستاویزی کاغذ ہے حوالہ اور ہنڈی کی طرح اِس کا اَصل مال جس کا یہ حوالہ ہے اسٹیٹ بینک میں ہے۔ بغرض سہولت انگریز کے چلے جانے کے بعد بھی اس طریقہ کو باقی اور جاری رکھا گیا ہے۔ سونا چاندی باہر نہیں لایا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ اِس طرح بیت لمال میں اَصل مال محفوظ رہے اَور اِس کے حوالے سے لوگ اَصل مال کے برابر فائدہ اُٹھاتے رہیں اور اِسے اصل سونے اور چاندی کے روپیہ اور اشرفی کی طرح چلاتے رہیں عام خرید وفروخت اور بڑی سے بڑی تجارت کرتے رہیں۔ اِس لیے یہ عام کاغذ کی طرح ہرگز نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کسی کو دس کا نوٹ قرض دے کر یہ کہے کہ مجھے تم ایک ماہ بعد گیارہ روپے کا نوٹ دو گے تو یہ سود ہی ہوگا۔

فاضل بریلوی کا مسئلہ اور اجتہاد بالکل غلط ہے اور چونکہ نوٹ کی دُوسری عرفی رواجی حیثیت بھی ملحوظ رکھنی ضروری ہے کہ اِس سے اناج کپڑا اور ہر قسم کا سامان خریدا جاتا ہے حتی کہ سونا چاندی بھی، اِس لیے نوٹ پر نقدین یعنی سونا چاندی کا حکم بھی لگے گا اور زکوۃ فرض ہوگی۔

فاضل بریلوی کے پیروکار بدعتی علماء اُن کی تعریفوں کے پُل باندھتے ہیں اَور کہتے ہیں کہ اُن کا قلم محفوظ عن الخطا تھا۔ اُن سے غلطی ہوتی ہی نہ تھی۔ لیکن یہ میں نے اُن کی فقہی لغزش کی ایک مثال دی ہے۔ اُن کی اِس قسم کی لغزشیں اُن کی کتابوں میں بے حد وحساب موجود ہیں۔ اُنہوں نے اِن کو چھپانے کا یہ سہل طریقہ اختیار کیا کہ دُوسرے بڑے بڑے علماءِ سنت پر الزام تراشی کی اَور اُمتِ مسلمہ میں تفرقہ کا بیج بویا اَور برِصغیر کے متبعینِ سنت علماءِ دیوبند کو وہابی قرار دیا۔

ہوسکتا ہے کہ یہ لغزش انگریزوں کی حمایت کا نتیجہ ہو مسلمان نوٹوں پر سود حلال سمجھ کر چاندی کے سکے کے بجائے نوٹ پسند کرنے لگیں اَور انگریز ہندوستان سے بے حساب چاندی سمیٹ لے جائیں جس کی اُنہیں جنگِ عظیم اوّل کے بعد شدید ضرورت تھی اَور انگریزوں کی حمایت اِن کا جدّی ورثہ تھی۔ مولوی احمد رضا خاں کے پر دادا حافظ کاظم علی خاں بریلوی نے انگریزی حکومت کی پولیٹکل خدمات انجام دیں (بحوالہ حیات اعلی

حضرت مصنفہ ظفرالدین بہاری ص ۳)۔ (اقبال کے ممدوح علماء ص ۱۸) اَور احمد رضا خاں صاحب نے انگریزوں کی جو خدمات انجام دیں انگریزوں نے اُس کی تعریف کی۔ فرانسیسی رابنسن لکھتا ہے :

> اِن کا معمول کا طریقہ کار حکومت کی حمایت تھی اور جنگِ عظیم اوّل اور تحریک خلافت میں اُنہوں نے مسلسل حکومت کی حمایت جاری رکھی اَور ۱۹۲۱ء میں بریلی میں ترک موالات کے مخالف علماء کی ایک کانفرنس منعقد کی اُن کا عوام پر خاطر خواہ اَثر تھا لیکن مسلمانوں کے پڑھے لکھے طبقے کی حمایت حاصل نہ تھی۔ (بحوالہ سپرٹرزم اُمنگ اِنڈین مسلمز ص ۴۴۲، کیمرج یونیورسٹی پریس ۱۹۷۴ء)

انگریزوں کی حکومت اَب ختم ہوگئی ہے اِس لیے ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ احمد رضا خاں صاحب کی تمام تحریرات کو ضبط کرے کیونکہ اُن کی تمام تحریرات میں فساد کا دَرس دیا گیا ہے۔

''وہابی'' کسے کہتے ہیں؟ :

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے متبعین (پیروکاروں) میں جس طرح پوری دُنیا میں مشہور رُوحانی بزرگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غوثِ وقت گزرے ہیں، اِسی طرح اُن کے ماننے والوں میں کئی صدی بعد ساری دُنیا میں مشہور عالم ابن تیمیہ گزرے ہیں پھر اُن کے بعد بارہویں تیرہویں صدی میں ''محمد بن عبدالوہاب'' نجد میں گزرے ہیں، یہ بھی ابن تیمیہ کی طرح حنبلی عالم تھے۔ اِن کے ماننے والے سب حنبلی ہیں اِنہیں ہی ''وہابی'' کہا جاتا ہے۔ حنفی، شافعی اَور مالکی کی طرح حنبلی مذہب کا شمار بھی اہلِ سنت والجماعت میں ہوتا ہے۔ اَور یہاں پاکستان، افغانستان اَور ہندوستان، بنگلہ دیش، برما اَور ایران کے سنی حضرات سب حنفی ہیں۔ بمبئی اَور جزائر مالدیپ وغیرہ میں کچھ شافعی حضرات بھی ہیں۔ درحقیقت یہاں کوئی وہابی سرے سے ہے ہی نہیں۔ پھر یہاں کے پکے حنفی علماء اہل سُنّت والجماعت کو وہابی کہنا خالص جھوٹ اور الزام ہے جو فاضل بریلوی اور اُن کے پیروکاروں نے پروپیگنڈے کے لیے علماءِ حق کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا اور اِسی پر آنکھ میچ کر چلے جارہے ہیں۔

اُمت ِمسلمہ کی مائیںؓ قسط : ۷

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ بلندشہری ﴾

فضائل ومناقب :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بہت سے فضائل حدیث شریف اور اسماء الرجال کی کتابوں میں لکھے ہیں۔ پہلے گزر چکا ہے کہ سیّد عالم ﷺ کو سب بیویوں سے زیادہ اِن سے محبت تھی۔ اِن کے شاگرد حضرت مسروقؒ (تابعی) جب اِن کے واسطہ سے آنحضرت ﷺ کی حدیث سناتے تھے تو یوں فرمایا کرتے تھے : حَدَّثَتْنِی الصَّادِقَۃُ ابْنَۃُ الصِّدِّیْقِ حَبِیْبَۃُ حَبِیْبِ اللّٰہِ (یعنی مجھے روایت کی سچ بولنے والے صدیق کی بیٹی نے جو اللہ کے حبیب کی پیاری تھیں)۔(الاصابہ)

خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے دس چیزوں کے ذریعہ فضیلت ہے۔ وہ دس چیزیں یہ ہیں :

(۱) جبریل علیہ السلام میری تصویر لے کر (نکاح سے پہلے) آنحضرت ﷺ کے پاس آئے (۲) اَور میرے سوا آنحضرت ﷺ نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا (۳) اَور نہ کوئی ایسی عورت میرے علاوہ آپ ﷺ کے نکاح میں آئی جس کے ماں باپ دونوں نے ہجرت کی ہو (۴) اللہ تعالیٰ نے آسمان پر سے میری براء ت نازل فرمائی (۵) اور سیّدِ عالم ﷺ کے پاس اِس حال میں وحی آجاتی تھی کہ میں آپ کے ساتھ لحاف میں لیٹی ہوتی تھی (۶) میں اور آپ ایک ہی برتن سے (ساتھ بیٹھ کر کپڑا باندھ کر) غسل کرتے تھے (۷) آپ نماز (تہجد) پڑھتے رہتے تھے اور میں آپ کے سامنے لمبی لمبی لیٹی رہتی تھی (۸) آپ کی وفات اِس حال میں ہوئی کہ آپ میری گردن اور گود کے درمیان تھے اور میری ماہواری کا دِن تھا (۱۰) اور میرے ہی گھر میں آپ مدفون ہوئے۔

دُوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی خصوصیات میں یہ بھی ذکر کیا کہ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا اور میں رسول کریم ﷺ کی سب سے زیادہ محبوب بیوی تھی اور جس وقت آپ کی وفات ہوئی اُس وقت آپ کے پاس میرے اور فرشتوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا (الاصابہ)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سیّدِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ مرد بہت کامل ہوئے اور عورتوں میں بس مریمؑ بنت عمران (والدہ سیّدنا عیسیٰ صلوۃ اللہ وسلامہ علیہما) اور آسیہؑ فرعون کی بیوی کامل ہوئیں اور عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔ (روٹی کے ٹکڑوں کو شوربہ دار گوشت میں پکایا کرتے تھے اِس کو اہلِ عرب ثرید کہتے تھے اور تمام کھانوں سے افضل سمجھتے تھے۔)

ایک مرتبہ سیّدنا جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ذریعے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہلایا۔ اُنہوں نے اِس کے جواب میں فرمایا علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ (مشکوٰۃ عن البخاری و مسلم)۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سبز ریشم کے کپڑے میں آنحضرت ﷺ کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صورت لے کر آئے اور عرض کیا یہ آپ کی بیوی ہیں دُنیا اور آخرت میں۔ (اسد الغابہ)

کثرتِ عبادت :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اکثر روزے رکھا کرتی تھیں اور نفل نماز بھی بہت پڑھتی تھیں اور چاشت کی نماز کا خاص اہتمام رکھتی تھیں اُس وقت آٹھ رکعت پڑھا کرتی تھیں اور یہ فرماتی تھیں کہ میرے ماں باپ بھی اگر (قبر) سے اُٹھ کر آجائیں تب بھی اِس نماز کو نہ چھوڑوں گی (مشکوٰۃ شریف) (بلکہ اُن کی خدمت کرتے ہوئے بھی اِس کو ضرور پڑھوں گی)۔

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میرا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ جب صبح کو گھر سے نکلتا تو سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتا اور سلام کرتا (یہ اُن کے بھائی کے بیٹے تھے) ایک مرتبہ جو میں اُن کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ کھڑی ہوئیں نفل نماز پڑھ رہی ہیں اور بار بار اِس آیت کو پڑھ رہی ہیں اور رو رہی ہیں **فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُوْمِ** میں سلام پھیرنے کے اِنتظار میں کھڑا

رہا حتی کہ طبیعت اُکتا گئی اور میں اُن کو اِسی حال میں چھوڑ کر اپنی ضرورت کے لیے بازار چلا گیا پھر جب واپس آیا تو دیکھا وہ اَب بھی اُسی طرح نماز میں کھڑی ہیں اور رو رہی ہیں (صفۃ الصفوۃ)۔

حضورِ اقدس ﷺ کے ساتھ بھی تہجد پڑھا کرتی تھیں (مسندِ احمد)۔آپ ﷺ کے بعد بھی اِس کا اہتمام کرتی تھیں۔

روزوں کی کثرت اُن کا خاص شغل تھا۔ایک مرتبہ سخت گرمی کے موسم میں عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو روزہ سے تھیں۔سخت گرمی کی وجہ سے سر پر پانی کے چھینٹے دیے جا رہے تھے۔حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے) فرمایا اِس گرمی میں (نفل) روزہ کوئی ضروری نہیں ہے، افطار کر لیجئے۔(بعد میں قضاء رکھ لینا کافی ہوگا) یہ سن کر فرمایا کہ بھلا حضورِ اَقدس ﷺ سے یہ سننے کے بعد کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے سال بھر کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں میں اپنا روزہ توڑ دُوں گی۔(مسندِ احمد)

شریعتِ مقدسہ کی منع کی ہوئی چیزوں میں چھوٹی چھوٹی چیزوں سے بھی بچتی تھیں، راستہ میں کبھی ہوتیں اور گھنٹی کی آواز آجاتی تو ٹھہر جاتی تھیں تاکہ اُس کی آواز کان میں نہ آوے۔نیکیوں کے پھیلانے کے ساتھ ساتھ برائیوں سے روکنا بھی اُن کا خاص مشغلہ تھا اور اِس مقصد کے لیے ہر ممکن طاقت خرچ کر دینا ضروری سمجھتی تھیں۔ایک گھر کرایہ پر دے دیا تھا۔کرایہ دار اُس میں شطرنج کھیلنے لگے تو اُن کو کہلا بھیجا کہ اِس حرکت سے باز نہ آؤ گے تو مکان سے نکلوا دُوں گی۔(الادب المفرد للبخاری).

اَحکامِ اسلامیہ کو بلا چون و چرا ماننا :

دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اِسلام کے احکام کے بارے میں چون و چرا کو بالکل رَوا نہیں رکھتی تھیں اُن کی مشہور شاگردہ حضرت معاذہ عدویہؒ نے ایک مرتبہ سوال کیا کیا بات ہے حیض کے زمانے کی نماز نہیں پڑھی جاتی لیکن رمضان شریف کے روزے بعد میں رکھے جاتے ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے اِس کے جواب میں فرمایا : احروریة انت (کیا تو نیچری ہوگئی جو اِسلام کو اپنی سمجھ کا تابع کرنا چاہتی ہے اور اِسلام کے حکم کو بغیر سمجھے ماننے کو پسند نہیں کرتی)۔حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں نیچری تو نہیں ہوں، یوں ہی سوال کر رہی ہوں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا (میں تو اِس کے

جواب میں یہی جانتی ہوں کہ سیّدِ عالم ﷺ کے زمانے میں) ہم کو حیض آتا تھا تو روزہ کی قضاء رکھنے کا حکم ہوتا تھا اور نماز کی قضاء پڑھنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ (جمع الفوائد)

نزولِ آیتِ تیمّم :

شریعت میں وضوء کی جگہ بعض مجبوری کے مواقع میں جو تیمّم رکھا گیا ہے اُمت کے لیے اِس میں بڑی آسانی ہے۔ یہ سن کر آپ کے علم میں اضافہ ہوگا کہ تیمّم کے جاری ہونے کا سبب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہی ذاتِ گرامی ہے جس کا مفصل واقعہ وہ خود اپنے الفاظ میں اِس طرح نقل فرماتی تھیں کہ ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں گئے بہت سے مسلمان ساتھ تھے۔ ہم نے مقامِ بیداء یا ذات الجیش میں قیام کیا۔ وہاں میرے ہار کی لڑی ٹوٹ گئی لہٰذا اُس کے ڈھونڈنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے (مزید) قیام فرمایا اور آپ کے ساتھ آپ کے ساتھی بھی ٹھہرے رہے۔ رات کا وقت تھا اور پانی کہیں قریب موجود نہیں تھا چونکہ لوگوں کو فجر کی نماز پڑھنے کا خیال تھا اِس لیے بہت فکر مند ہوئے کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے بلا وضوء نماز کیسے پڑھ سکیں گے۔ یہ سوچ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اُن سے کہا کہ ''تم دیکھ رہے ہو کہ عائشہ نے کیا کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کے تمام ہمراہیوں کو روک لیا ہے اور حال یہ ہے کہ نہ پانی قریب ہے نہ اپنے پاس ہے۔''

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور مجھے ڈانٹنا شروع کیا اور نہ جانے کیا کیا کہا اور ڈانٹنے کے ساتھ ساتھ میری کوکھ میں کچوکے دیتے رہے۔ اُس وقت آنحضرت ﷺ میری ران پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ آپ کے بے آرام ہونے کی وجہ سے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کچوکے دینے پر ذرا حرکت نہ کی۔ الحاصل آنحضرت ﷺ میری ران پر سر رکھے ہوئے سوتے رہے حتی کہ صبح ہوگئی اور پانی موجود نہ تھا لہٰذا اللہ جل شانہٗ نے تیمّم کی آیت نازل فرمادی اور سب نے تیمّم کیا اور نماز پڑھی۔

یہ ماجرا دیکھ کر حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ (خوشی میں بھڑک اُٹھے اور کہا اے ابوبکر کے گھر والو (تم ہمیشہ سے برکت والے ہو) یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے اِس کے بعد جب ہم نے اُونٹ کو اُٹھایا جس پر میں (سوار ہوئی) تھی تو وہ گمشدہ ہار اُس کے نیچے سے مل گیا۔ (جمع الفوائد)۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

قسط : ۸

تربیتِ اَولاد

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ﴾

زیرِ نظر رسالہ ''تربیتِ اولاد'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل و نقل اور تجربہ کی روشنی میں اَولاد کے ہونے ، نہ ہونے ، ہو کر مر جانے اور حالتِ حمل اور پیدائش سے لے کر زمانۂ بلوغ تک رُوحانی و جسمانی تعلیم و تربیت کے اِسلامی طریقے اور شرعی احکام بتلائے گئے ہیں۔ پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات ، عقیقہ ، ختنہ وغیرہ اُمور تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، مرد عورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اور اُس کے بعد اِس کا مطالعہ اولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے انشاء اللہ مفید ہوگا۔ اِس کے مطابق عمل کرنے سے اَولاد نہ صرف دُنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی اِنشاء اللہ۔ اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

صبر و تسلّی کا ایک اَور مضمون :

مرنے کے متعلق یہ سوچے کہ اگر وہ اِس وقت نہ مرتا بلکہ زیادہ دِن تک بیمار رہ کر صاحبِ فراش بن کر (یعنی بستر پکڑ کر) مرتا تو شاید مبغوض ہو کر مرتا کہ شاید رشتہ دار بھی گھبرا جاتے اور اِس میں بھی اُس کا نقصان تھا۔ کیونکہ تم اُس کو اِس حال میں یاد نہ کرتے اور ثواب بھی نہ پہنچاتے کیونکہ ثواب اُسی کو پہنچاتے ہیں جس کے مرنے کا صدمہ ہوتا ہے اَور جس کے مرنے پر خوشی ہو کہ اچھا ہوا پاپ کٹا ، اُس کو بہت کم یاد کیا جاتا ہے۔

اِسی طرح تمہارا بھی نفع اِسی میں ہے کہ اپنا عزیز محبوب حالت میں مرے (یعنی تمہاری نگاہ میں محبوب ہو) کیونکہ تم اُس کو یاد کرتے ہو تو وہ بھی تمہارے واسطے دُعا کرتا ہے۔ پس تم کو اُس سے نفع پہنچتا ہے اور اُس کو تم سے نفع پہنچتا ہے۔ (الجبر بالصبر فضائل صبر و شکر)

حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کا واقعہ اَور صبر و تسلی کا مضمون :

حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کا قصہ حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ اُن کا ایک بچہ بیمار تھا۔ حضرت

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ (اُن کے شوہر) باہر سے آکر اُن کا حال دریافت کیا کرتے تھے ایک دن اُس کا انتقال ہوگیا اور شام کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے اُن پر ظاہر نہیں کیا کہ بچہ کا اِنتقال ہوگیا تاکہ سن کر پریشان نہ ہوں اور پریشانی میں کھانا نہ کھا سکیں بلکہ جب اُنہوں نے دریافت کیا کہ بچہ کیسا ہے؟ تو یہ جواب دیا کہ اَب تو سکون ہے (اور واقعی موت سے بڑھ کر کیا سکون ہوگا) یہ سن کر اُنہوں نے کھانا کھایا اور رات کو بیوی کی طرف میلان بھی ہوا۔ بیوی نے بے انتہا صبر کیا کہ اِس سے بھی اِنکار نہ کیا۔ جب صبح ہوئی تو کہا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتی ہوں کہ اگر کسی نے ہم کو کوئی چیز بطورِ امانت کے دی ہو پھر بعد میں وہ امانت کو واپس لینا چاہے تو کیا کرنا چاہیے؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہی چاہیے کہ جب مالک اُس کو واپس لینا چاہے تو بڑی خوشی کے ساتھ واپس کر دیا جائے۔ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تو پھر اپنے بچہ پر صبر کرو اور خوشی کے ساتھ اُس کے دفن کرنے کا انتظام کرو کیونکہ خدا نے اپنی امانت لے لی ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بڑے جھلائے (یعنی غصہ ہوئے) کہ تم نے رات ہی کو کیوں خبر نہ کی۔ کہا کیا ہوتا رات کو دفن کرنے میں مصیبت ہوتی اور رات بھر پریشان رہتے کھانا بھی نہ کھاتے اِس لیے رات کو خبر نہ کی۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اُم سلیم کا عمل بہت پسند آیا اور میں اُمید کرتا ہوں کہ آج رات تم دونوں کو خدا نے مبارک اَولاد عطا فرمائی ہے چنانچہ عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو بڑے عالم اور بڑے سخی صاحبِ اموال واَولاد تھے۔

حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے سچ فرمایا کہ یہ اَولاد اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اِس کو وہ جب لینا چاہیں خوش ہوکر خدا کے حوالہ کر دینا چاہیے۔ اِس پر شاید یہ سوال ہوگا کہ یہ اَمانت ہے تو پھر اللہ نے اِس کی اِتنی محبت کیوں دی ہے اگر محبت نہ ہوتی تو اِتنا غم بھی نہ ہوتا۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ اِتنی محبت اِس وجہ سے دی ہے تاکہ پرورش ہو سکے کیونکہ بغیر محبت کے اِس کے پیشاب پاخانہ کو اُٹھانا اور اُس کی پرورش کرنا مشکل ہے۔ اِسی لیے غیر کی اَولاد پالنا بہت دُشوار ہے۔ اور جب بچہ کی پرورش ہو چکتی ہے تو محبت میں بھی کمی ہونے لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بیٹے کے ساتھ ویسی محبت نہیں ہوتی جیسی چھوٹے سے ہوتی ہے۔

غرض اَولاد کو بھی خدا کی چیز سمجھو کہ اُس کی اَمانت چند روز ہمارے پاس ہے پھر اِس کے فوت ہونے پر زیادہ (اَفسوس نہ ہوگا) کیونکہ پریشانی کی بنیاد تو یہی ہے کہ تم اُن کو اپنی چیز سمجھتے ہو (جاری ہے)

رمضان المبارک کے عشرۂ اَخیرہ کے اَحکام

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کیا جائے :

وَعَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِيْزَرَهٗ وَاَحْيٰى لَيْلَهٗ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ. (مشكوٰة ص ۱۸۲ بحواله بخاری ومسلم)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ روایت فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو حضورِ اقدس ﷺ اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو (بھی عبادت کے لیے) جگاتے تھے۔''

تشریح : ایک حدیث میں ہے کہ محبوب رب العالین ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں کے اندر جتنی محنت سے عبادت کرتے تھے، اِس کے علاوہ دُوسرے ایام میں اِتنی محنت نہ کرتے تھے۔ (مسلم شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جو فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ ﷺ تہبند کس لیتے تھے۔ علماء نے اِس کے دو مطلب بتائے ہیں: ایک یہ کہ خوب محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور راتوں رات جاگتے تھے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اُردو کے محاورے میں محنت کا کام بتانے کے لیے بولا جاتا ہے کہ ''خوب کمر کس لو'' اور دُوسرا مطلب تہبند کس کر باندھنے کا یہ بتایا کہ رات کو بیویوں کے پاس لیٹنے سے دُور رہتے تھے کیونکہ ساری رات عبادت میں گزر جاتی تھی اور اعتکاف بھی ہوتا تھا اس لیے رمضان کے آخری عشرہ میں میاں بیوی والے خاص تعلق کا موقع نہیں لگتا تھا۔ حدیث کے آخر میں جو اَیْقَظَ اَهْلَهٗ فرمایا اُس کا مطلب یہ ہے کہ یہ رمضان کے اَخیر عشرہ میں حضورِ اقدس ﷺ خود بھی بہت محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور رات بھر بیدار رہتے تھے اَور گھر والوں کو بھی اِس مقصد کے لیے جگاتے تھے۔ بات یہ ہے کہ جسے آخرت کا خیال ہو، موت کے بعد کے حالات کا یقین ہو، اَجر وثواب کے لینے کا لالچ ہو، وہ کیوں نہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگے گا، پھر جو اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے اہل وعیال کے لیے بھی پسند کرنا چاہیے۔

حضورِ اقدس ﷺ خود راتوں کو نمازوں میں اِتنا قیام فرماتے تھے کہ قدم مبارک سوج جاتے تھے۔ پھر رمضان کے اَندر خصوصاً اَخیر عشرہ میں اور زیادہ عبادت بڑھا دیتے تھے کیونکہ یہ مہینہ اور خاص کر اَخیر عشرہ آخرت کی کمائی کا خاص موقع ہے۔ آپ ﷺ کی کوشش ہوتی تھی کہ گھر والے بھی عبادت میں لگیں لہٰذا اَخیر عشرہ کی راتوں میں اُن کو بھی جگاتے تھے۔ بہت سے لوگ خود تو بہت بڑی عبادت کرتے ہیں لیکن بال بچوں کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ یہ لوگ فرض نماز بھی نہیں پڑھتے۔ اگر بال بچوں کو ہمیشہ دین پر ڈالنے اور عبادت میں لگانے کی کوشش کی جاتی رہے اور اُن کو ہمیشہ فرائض کا پابند رکھا جائے تو رمضان میں نفلوں کے لیے اُٹھانے اور شب قدر میں جگانے کی بھی ہمت ہو۔ جب بال بچوں کا ذہن دینی نہیں بنایا تو اُن کے سامنے شب بیداری کی بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی محبت عطاء فرمائے اور عبادت کی لگن اور ذکر کے ذوق سے نوازے۔

شبِ قدر کی فضیلت :

رمضان المبارک کا پورا مہینہ آخرت کی دولت کمانے کا ہے پھر اِس ماہ میں اَخیر عشرہ اور بھی زیادہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگنے کا ہے۔ اِس عشرہ میں شب قدر ہوتی ہے جو بڑی بابرکت رات ہے۔ قرآن مجید میں اِرشاد فرمایا لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ہزار مہینے کے ۸۳ سال اور چار مہینے ہوتے ہیں۔ پھر شب قدر کو ہزار مہینے کے برابر نہیں بتایا بلکہ ہزار مہینے سے بہتر بتایا ہے۔ ہزار مہینے سے شب قدر کس قدر بہتر ہے اِس کا علم اللہ ہی کو ہے مومن بندوں کے لیے شب قدر بہت ہی خیر و برکت کی چیز ہے۔ ایک رات جاگ کر عبادت کرلیں اور ہزار مہینوں سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب پالیں، اِس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے۔ اسی لیے تو حدیث شریف میں فرمایا مَنْ حُرِمَھَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَیْرَ کُلَّهٗ وَلَا یُحْرَمُ خَیْرُھَا اِلَّا کُلُّ مَحْرُوْمٍ (ابن ماجه) یعنی جو شخص شبِ قدر سے محروم ہوگیا (گویا) پوری بھلائی سے محروم ہوگیا اور شبِ قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔

مطلب یہ ہے کہ چند گھنٹے کی رات ہوتی ہے اور اِس میں عبادت کر لینے سے ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ چند گھنٹے بیدار رہ کر نفس کو سمجھا بُجھا کر عبادت کرلینا کوئی ایسی قابل ذکر تکلیف نہیں جو برداشت سے باہر ہو۔ تکلیف ذرا سی اور ثواب بہت بڑا۔ جیسے کوئی ایک نیا پیسہ تجارت میں لگا دے اور

بیس کروڑ روپیہ پالے۔ جس شخص کو ایسے بڑے نفع کا موقع ملا پھر اُس نے توجہ نہ کی اُس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ پورا اور پکا محروم ہے۔

پہلی اُمتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں۔ اِس اُمت کی عمر بہت سے بہت ۷۰۔۸۰ سال ہوتی ہے۔ اللہ پاک نے یہ اِحسان فرمایا کہ اِن کو شب قدر عطا فرمادی اور ایک شب قدر کی عبادت کا درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کردیا۔ محنت کم ہوئی وقت بھی کم لگا اور ثواب میں بڑی بڑی عمروں والی اُمتوں سے بڑھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل واِنعام ہے کہ اِس اُمت کو سب سے زیادہ نوازا۔ یہ کیسی نالائقی ہے کہ اللہ کی بہت زیادہ نوازش اور داد و دہش ہو اور ہم غفلت میں پڑے سویا کریں۔ رمضان کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے دو۔ خصوصاً آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کرو اور اِس میں بھی شب قدر میں جاگنے کی بہت زیادہ فکر کرو۔ بچوں کو بھی ترغیب دو۔

شبِ قدر کی دُعا :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ شبِ قدر میں کیا دُعا کروں؟ تو آپ ﷺ نے یہ دُعا تعلیم فرمادی :

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی ؕ

''اے اللہ اِس میں شک نہیں کہ آپ معاف کرنے والے ہیں، معافی کو پسند فرماتے ہیں لہٰذا مجھے معاف فرمادیجیے۔''

دیکھیے کیسی دُعا اِرشاد فرمائی۔ نہ زَر مانگنے کو بتایا نہ زمین، نہ دُھن نہ دولت، کیا مانگا جائے؟ معافی! بات اصل یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ سب سے زیادہ کٹھن ہے۔ وہاں اللہ کا کام معاف فرمانے سے چلے گا۔ اگر معافی نہ ہوئی اور خدانخواستہ عذاب میں گرفتار ہوئے تو دُنیا کی ہر نعمت اور لذت اور دولت وثروت بے کار ہوگی۔ اصل شے معافی اور مغفرت ہی ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ. (بخاری) جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لیے کھڑا رہا اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اِسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تلاوت اور ذکر میں مشغول

ہو۔اور ثواب کی اُمید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی طرح کی خراب نیت سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے مشغولِ عبادت رہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ''اِحْتِسَابًا'' کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو۔ بوجھ سمجھ کر بددلی کے ساتھ عبادت میں نہ لگے کہ ثواب کا یقین اور اعتقاد جس قدر زیادہ ہوگا اُتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قربِ الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں اُس کا اِنہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ حدیثِ بالا اَور اِس جیسی احادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔ علماء کا اِجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ ہی اِنسان سے بہت سرزد ہوتے ہیں۔ عبادت کا ثواب بھی اور ہزاروں گناہوں کی معافی بھی ہو جائے کس قدر نفع عظیم ہے۔

شبِ قدر کی تاریخیں :

شبِ قدر کے بارے میں حدیثوں میں وَارد ہوا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ لہٰذا رمضان کی ۲۱ ویں ۲۳ ویں ۲۵ ویں ۲۷ ویں ۲۹ ویں رات کو جاگنے اور عبادت کرنے کا خاص اہتمام کریں۔ خصوصاً ۲۷ ویں شب کو تو ضرور جاگیں کیونکہ اِس دن شب قدر ہونے کی زیادہ اُمید ہوتی ہے۔

شبِ قدر کی تعیین نہ کرنے میں مصالح :

علماء کرام نے شبِ قدر کو پوشیدہ رکھنے یعنی مقرر کر کے یوں نہ بتانے کے بارے میں کہ فلاں رات کو شب قدر ہے چند مصلحتیں بتائی ہیں :

اوّل یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سے کوتاہ طبائع دُوسری راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتے اور صورتِ موجودہ میں اِس اِحتمال پر کہ شاید آج ہی شب قدر ہو متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ دُوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کیے بغیر نہیں رہتے۔ تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے معصیت کی جرأت کی تو یہ بات سخت اَندیشہ ناک تھی۔ تیسری یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی کی وجہ سے پھر کسی رات کا جاگنا بشاشت کے ساتھ

نصیب نہ ہوتا اور اَب رمضان کی چند راتیں میسر ہو ہی جاتی ہیں۔ چوتھی یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں اُن سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملتا ہے۔ پانچویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہٗ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں۔ اِس صورت میں تفاخر کا موقع زیادہ ہے کہ باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال پر راتوں رات جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور اِن کے علاوہ اور بھی مصالح ہوسکتی ہیں۔ ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اُس خاص رمضان المبارک میں تعیین بھلادی گئی ہو اور اُس کے بعد مصالح مذکورہ یا دیگر مصالح کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے تعیین چھوڑ دی گئی ہو۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ .

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف :

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ . (مشکوۃ شریف ص ۱۸۳ بحوالہ بخاری و مسلم)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرماتے تھے۔ وفات ہونے تک آپ کا یہ معمول رہا۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔''

تشریح : رمضان المبارک کی ہر گھڑی اور منٹ وسیکنڈ کو غنیمت جاننا چاہیے۔ جتنا ممکن ہو اِس ماہ میں نیک کام کرلو اور ثواب لُوٹ لو۔ پھر رمضان میں بھی آخری دس دن کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

رمضان کے آخری دس دن (جن کو ''عشرۂ اَخیرہ'' کہا جاتا ہے) اعتکاف بھی کیا جاتا ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ ہر سال اِن دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے اور آپ ﷺ کی بیویاں بھی اعتکاف کرتی تھیں۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کی بیویوں نے اعتکاف کا اہتمام کیا جیسا کہ اُوپر حدیث میں مذکور ہوا۔ یہ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ زمانۂ نبوت کی عورتیں نیکیاں کمانے کی دُھن میں پیچھے نہ رہتی تھیں۔

اعتکاف میں بہت بڑا فائدہ ہے۔ اِس میں انسان یکسو ہوکر اپنے اللہ سے لَو لگائے رہتا ہے اور چونکہ رمضان کی آخری دس راتوں میں کوئی نہ کوئی رات شب قدر بھی ہوتی ہے اس لیے اعتکاف کرنے والے کو عموماً وہ بھی نصیب ہوجاتی ہے۔

مرد ایسی مسجد میں اِعتکاف کریں جس میں پانچوں وقت جماعت سے نماز ہوتی ہو اور عورتیں اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کریں۔ اپنے گھر میں جو جگہ نماز کے لیے مقرر کر رکھی ہو اُن کے لیے وہی مسجد ہے عورتیں اِسی میں اعتکاف کریں۔ رمضان کی بیسویں تاریخ کا سورج چھپنے سے پہلے عید کا چاند نظر آنے تک اعتکاف کی نیت سے عورتوں کو گھر کی مسجد میں اور مردوں کو پنج وقتہ نماز باجماعت والی مسجد میں جم کر رہنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ جم کر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ عید کا چاند نظر آنے تک مسجد ہی کی حد میں رہے۔ البتہ پیشاب پاخانہ کے لیے وہاں سے چلے جانا درست ہے۔ اعتکاف کرے تو ہر وقت مسجد میں رہے۔ وہیں سوئے، وہیں کھائے، قرآن پڑھے، نفلیں پڑھے، تسبیحوں میں مشغول رہے۔ جہاں تک ممکن ہو راتوں کو جاگے اور عبادت کرے۔ خاص کر جن راتوں میں شب قدر کی اُمید ہو اِن راتوں میں شب بیداری کا اہتمام کرے۔

مسئلہ : اعتکاف میں میاں بیوی کے خاص تعلقات والے کام جائز نہیں ہیں، نہ رات میں نہ دن میں

مسئلہ : یہ جو مشہور ہے کہ جو اعتکاف میں ہو وہ کسی سے نہ بولے نہ چالے یہ غلط ہے۔ بلکہ اعتکاف میں بولنا چالنا اچھی باتیں کرنا، کسی کو نیک بات بتا دینا اور برائی سے روک دینا، بال بچوں اور نوکروں و نوکرانیوں کو گھر کا کام کاج بتا دینا یہ سب درست ہے۔ اور عورت کے لیے اِس میں آسانی بھی ہے کہ اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھی رہے اور وہیں سے بیٹھے بیٹھے گھر کا کام کاج بھی بتاتی رہے۔

مسئلہ : اگر اعتکاف میں عورت کو ماہواری شروع ہو جائے تو اُس کا اعتکاف وہیں ختم ہو گیا۔ رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف میں اگر ایسا ہو جائے تو کسی عالم سے مسائل معلوم کر کے قضا کر لیں۔

حضورِ اکرم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ اعتکاف معتکف کو گناہوں سے روکتا ہے اور اِس کے لیے (اُن) سب نیکیوں کا ثواب (بھی) جاری رہتا ہے (جنہیں اعتکاف کے باعث انجام دینے سے قاصر رہتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح)

فائدہ : جس دن صبح کو عید یا بقر عید ہو اُس رات کو بھی ذکر، عبادت اور نفل نماز سے زندہ رکھنے کی فضیلت آئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے دونوں عیدوں کی راتوں کو عبادت کے ذریعہ زندہ رکھا اُس دن اُس کا دل مردہ نہ ہوگا جس دن دِل مردہ ہوں گے (یعنی قیامت کے دن)۔ (باقی صفحہ ۴۱)

قسط : ۱

اَلوَداعی خطاب

جامعہ مدنیہ جدید میں ۲۰ رشعبان المعظم مطابق ۱۲/ اگست کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے دورۂ صرف ونحو کے تقریباً ۶۰۰ طلباء سے الوداعی خطاب فرمایا، اِس کی افادیت کے پیشِ نظر اِسے شائع کیا جارہا ہے، قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا درجہ ۔ اللہ والوں سے دُشمنی مہنگی پڑتی ہے

اہل اللہ اور سیاست ۔ الزامات اور برداشت

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بددُعا کا وبال ۔ کشف کا درجہ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوة والسلام علی خیر خلقه سیّدنا و مولانا محمد واله و اصحابه اجمعین امابعد !

آقائے نامدار ﷺ کا اِرشاد ہے (کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں): **مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ**[1] کہ جو میرے دوست کے ساتھ میرے ولی کے ساتھ دُشمنی رکھتا ہے عداوت رکھتا ہے بلا وجہ کی حسد اور جلن رکھتا ہے تو میرا اُس سے اعلانِ جنگ ہے۔ یہ حدیثِ قدسی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے اُمت کو سنوائی اَور اللہ نے اپنے دوستوں سے عداوت رکھنے والوں کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔

حدیث شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ آتا ہے یہ بہت بڑے آدمی ہیں عشرہ مبشرہ میں ہیں اَور نبی علیہ السلام کو اِن پر بہت ناز تھا، اِن میں بہت زبردست صلاحیتیں تھیں بہت بہادر تھے بہت اعلیٰ سپہ سالار تھے بڑی زبردست انتظامی صلاحیت تھی اَور اِسلام میں بہت زیادہ قربانیاں دیں۔ بہت پہلے اسلام جو حضرات لائے ہیں اُن میں سے ایک یہ تھے۔ ایک دفعہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے ماموں ہیں اَور کوئی اِن جیسا ماموں لا کے تو دکھائے تو گویا آپ کو بہت ناز تھا اِن پر، بہت پیار تھا تعلق تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے سوائے سعد رضی اللہ عنہ کے کسی کے بارے میں نہیں سنا کہ نبی علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو جمع کیا ہو اور فرمایا ہو کہ **فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ** میرے ماں باپ تجھ پر قربان

---

[1] بخاری شریف بحوالہ مشکٰوۃ ص ۱۹۷

ہوں سوائے سعد کے۔(رضی اللہ عنہ)۔ بہت زبردست نشانہ باز تھے تیر بہت طاقت سے مارتے تھے آپ نے جب اِن کی تیر اَندازی دیکھی تو آپ نے فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہو جائیں اِتنی اعلیٰ تیر اَندازی کرتے تھے۔ اِسی طرح نبی علیہ السلام کی دُعا ہے کہ اے اللہ اِن کو تیر پھینکنے کی بڑی قوت عطا فرما وَاَجِبْ دَعْوَتَہٗ او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام اَور اِن کی دُعا قبول فرمائی تو معلوم ہوا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں میں تھے اَور ولی تھے۔

''ولی'' کا مطلب :

''ولی'' کا مطلب جو ہمارے اِس دَور میں ذہن میں آگیا ہے لوگوں کے وہ وہ نہیں ہے جو اِسلام نے بتلایا ہے۔ ولی اِس دَور میں صرف اُس شخص کو کہتے ہیں جس کے بارے میں کشف کے بارے میں مشہور ہو یا اُسے کشف ہو جاتا ہو تو کہتے ہیں کہ ولی ہے یا جو صرف عبادت میں مشغول رہتا ہو کثرتِ نوافل ہوں مراقبات ہوں اَور گوشہ نشین ہو، یہ نفی نہیں ہے کہ ایسا آدمی ولی نہیں ہے یہ بھی ولی ہو سکتا ہے لیکن ولی کا مطلب صرف یہ سمجھنا، یہ نہیں ہے بات۔ ولی تو اَصل میں اُسے کہتے ہیں جو اللہ کا دوست ہو یعنی اللہ اُس کو پسند کرتا ہو اَور یہ اللہ کو پسند کرتا ہو اللہ اِس سے راضی ہو اَور یہ اللہ سے راضی ہو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کہ اللہ اُس سے راضی اَور وہ اللہ سے راضی۔

تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے ولیوں میں سے ایک ولی تھے لیکن اِن کی جو تعریف آئے گی اُس میں آپ یہ دیکھیں گے کہ مکاشفات کا ذکر نہیں آئے گا بہت کثرت سے عبادت کا ذکر نہیں آئے گا کہ کثرت سے نوافل پڑھتے تھے تسبیحات پڑھتے تھے بلکہ یہ آئے گا کہ بہت اعلیٰ تیر اَنداز تھے بہت بڑے بڑے جہادی معرکے کیے بڑی فتوحات اِن کے ہاتھوں ہوئیں اَور نبی علیہ السلام کے لاڈلے تھے۔ نبی علیہ السلام کا لاڈلہ ہونے کا مطلب اللہ کا لاڈلہ ہونا ہے۔ جس سے اللہ کا رسول راضی ہے اُس سے اللہ راضی ہے جس سے اللہ کا رسول ناراض ہو جائے اُس سے اللہ ناراض ہو جائے گا۔

تو اَصل میں ولی وہ ہوتا ہے جو اللہ کا پسندیدہ ہو اَور دین پر عمل کرتا ہو سنت پر عمل کرتا ہو آپ کو ایسے بہت لوگ ملیں گے جو دین پر عمل نہیں کرتے اتباعِ سنت نہیں کرتے لیکن اُنہیں کشف ہوتا ہے ایسے لوگ بھی مل جائیں گے آپ کو، بلکہ کافر بھی یہ کہیں گے کہ اُنہیں کشف ہوتا ہے ہندو جو ریاضت کرتے ہیں ہندو جوگی سنا ہو گا

آپ نے کہ ہندو جوگی بہت بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں اور وہ گوشہ نشین ہوتے ہیں اُنہیں بھی کشف ہونے لگتا ہے۔ سکھوں کے یہاں بھی ہے بُت مت ہیں یہ لوگ بھی بہت بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں اِنہیں بھی کشف ہونے لگتا ہے۔ تو کشف ہونا مکمل معیار نہیں ہے ایک علامت تو ہے ایک درجہ میں۔

کشف کی حیثیت اہل اللہ کی نظر میں :

اسی لیے ہمارے اَکابر اور اَسلاف نے اِسے اہمیت نہیں دی زیادہ۔ مثال کے طور پر میں طالب علمی کے زمانے میں اَسلاف اور اَکابر کے کچھ حالات پڑھ رہا تھا تو اُس میں اُن کے مکاشفات آئے بہت زیادہ اَور اِس طرح کی چیزیں، تو میرے ذہن پر بھی بہت اَثر تھا کہ کشف بڑی چیز ہے تو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ ہمارے اُستاد بھی تھے والد بھی تھے پیر و مربی بھی تھے سب کچھ وہی تھے، اُن ہی کا اَحسان ہے آج جو کچھ بھی میں ہوں اُن ہی کی دُعاؤں کا صدقہ ہے۔ تو میں نے اُن سے اِس سلسلہ میں بات کی پھر میں نے کشفِ قبور کی بات کی پھر میں نے پوچھا کہ کیا آپ کو بھی کشفِ قبور ہوتا ہے تو وہ جو فرما رہے تھے اُس وقت غالبًا مجھے یاد پڑتا ہے وضو کر رہے تھے میں باہر پاس کھڑا باتیں کر رہا تھا وضو بھی کر رہے تھے اور باتیں بھی کر رہے تھے۔ فرمانے لگے بہت ہوتا تھا بہت ہوتا تھا اتنا ہوتا تھا کہ میں تنگ آ گیا اَور خدا کا شکر ہے کہ ختم ہو گیا۔ اب آپ دیکھیں کہ میں اُن کے پاس ہر وقت کا اُٹھنے بیٹھنے والا مگر کبھی اُنہوں نے اپنے مکاشفے کا یا کشف قبور کا ذکر نہیں کیا یہ میرے سوال پر ایک بات کہی ورنہ اُنہوں نے کشف کا کبھی ذکر ہی نہیں کیا، تربیت بھی کی تمام مسائل بتائے لیکن کشف کے بارے میں ہمیشہ کہتے تھے کشف ہو شریعت کے مطابق ہو تو ٹھیک ہو اچھی بات ہے شریعت کے خلاف ہو تو رَد ہو جائے گا لیکن کوئی بڑی اہمیت نہیں ہے کشف کی۔

اصل اور معیار کیا ہے؟ :

تو کشف اچھی چیز ہے معیار نہیں ہے معیار اللہ کی خوشنودی اُس کی رضا اَور اُس کا خوف ہے بس، یہ اصل چیز ہے جسے یہ نصیب ہو بس یہ اللہ کا بڑا اکرم ہے، چاہے اُسے کشف ساری زندگی نہ ہوا ہو، ہمارے اَکابر میں اسلاف میں اکثریت ایسی ہے جن کے مکاشفات کے تذکرے نہیں ملیں گے، کبھی کبھی کشف ہو گیا ہو گیا بس اہمیت نہیں دی ہے۔ اکثریت کو آپ دیکھ لیں خود حضرت والد صاحبؒ ہیں اُنہیں دیکھ لیں اُن کے شیخ حضرت مدنیؒ کو دیکھ لیں، اُن کے شیخ حضرت گنگوہیؒ کو دیکھ لیں، اُن کے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

کو دیکھ لیں حضرت نانوتویؒ حضرت شیخ الہندؒ کو دیکھ لیں، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو کشف ہوتا تھا اَور وہ اللہ کے برگزیدہ بندوں میں تھے اِس میں کوئی شک نہیں ہے ہمارے اَکابر میں سے تھے۔ لیکن اکثر دیکھیں گے آپ۔ اور خود حضرت لاہوریؒ اگر زندہ ہوں پھر اُن سے کوئی پوچھتا تو وہ بھی یہی فرماتے کہ کشف ہوتا ہے ٹھیک ہے اچھی چیز ہے لیکن یہ معیار نہیں ہے کسوٹی نہیں ہے، سب اسلاف کا یہی ہے۔

اَصل چیز ''اتباعِ سنت'' ہے کشف میں تو ملاءِ اعلیٰ کی چیز کا قلب کے آئینے پر انعکاس ہوجاتا ہے بعض دفعہ، کسی کو ہوتا ہے کسی کو نہیں ہوتا جسے ہوتا ہو ضروری نہیں کہ وہ بڑے درجے کا ولی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کشف ہوتا تھا اور بڑا صحیح تھا بہت کشف ہوتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تقریباً پندرہ کے قریب مُوَافَقَاتْ ہیں یا سترہ موافقات ہیں بخاری شریف (کے حاشیہ میں) اِن کا ذکر آتا ہے۔ اور نبی علیہ السلام نے اُن کے کشف کے بارے میں فرمایا اگر کوئی ہے صحیح کشف میری اُمت میں تو یہ عمر ہے (رضی اللہ عنہ) تو تعریف فرمائی ہے لیکن درجے میں ابوبکرؓ اُن سے بڑے ہیں جنہیں اِتنے کشف نہیں ہوتے اُنہیں اتنے مکاشفات نہیں ہوئے جتنے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئے۔

تو معلوم ہوا کہ صرف کشف ہوجانا بڑائی نہیں۔ جو مقام ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے سب کا اتفاق ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہیں ہے۔ اَصل پیروی ہے اتباعِ سنت کی، بس جو یہ کرے گا وہ اللہ کا پسندیدہ بندہ ہے پھر اُس سے کشف ہو تو ٹھیک ہے کشف نہ ہو تو بھی ٹھیک ہے دونوں صورتیں ٹھیک ہیں۔

اہل اللہ اَور سیاست ..... اِلزامات و بہتان :

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ آتا ہے اِنہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ بنے تو عراق کے لیے بھیجا تو اِن کے ہاتھ پر عراق فتح ہوا، بہت بڑے فاتح ہیں عراق فتح کیا پھر کوفے کو جب شہر کے طور پر بنایا گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر تو اُس وقت سے اِنہیں کوفے کا اُمیر اور گورنر مقرر کیا اور بہت کامیاب نظام چلایا۔ لیکن چونکہ گورنری جو ہے وزیرِ اعلیٰ ہونا گورنر اور عامل ہونا یہ سیاسی عہدہ ہے اور سیاسی عہدے جب ہوتے ہیں تو اُس میں موافق بھی لوگ ہوتے ہیں مخالف بھی لوگ ہوتے ہیں۔ اُس میں مخالفت بھی ہوتی ہے اَور صحیح تنقید کرنے والے بھی ہوتے ہیں اور ناجائز تنقید کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ صحیح تنقید کرنے والے تو اچھی بات ہے وہ تو ہونے بھی چاہئیں اُس سے تو اصلاح ہوتی ہے لیکن حاسد ہوتے

ہیں جلنے والے بھی ہوتے ہیں بلا وجہ کے دُشمن اور مخالف ہوتے ہیں یہ تنقید کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بن گئے اُنہوں نے علاقے کا نظام چلایا فوجی نظام بھی سیاسی نظام بھی، دونوں قوتیں (سیاسی اور عسکری) اُن کے ہاتھ میں تھیں۔ سیاسی عہدے میں پھر مخالفت ہو جاتی ہے لوگ اِنکی مخالفت بہت کرتے ہیں اور بہت برا بھلا کہتے ہیں۔ جو بھی بزرگ سیاست میں آئے گا اُسے گالیاں بہت پڑیں گی۔

امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ اور سیاست :

حضرت امام ابوسف رحمۃ اللہ علیہ کو آج تک مستشرقین برا بھلا کہتے ہیں امام ہیں فقہ کے، فقہ حنفی کے بڑے امام ہیں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب حکومت سے کوئی معاملات آئے سیاسی تو اُس کی وجہ سے جیل میں ڈال دیا گیا جیل میں ہی وفات ہوئی اُن کی زہر دے کر ظالموں نے اُن کو مارا، فقیہ تھے امام تھے فرمانے لگے کہ یہ زہر ہے میں کیسے پیوں گا خودکشی ہے وہ کہنے لگے پیئیں انہوں نے کہا نہیں پیوں گا یہ بوڑھے تھے ضعیف اُن کو گرایا لِٹا کر زبردستی منہ میں ظالموں نے ڈالا تو اِس طرح اُن کی وفات ہوئی۔ تو جو سیاست میں آئے یا سیاسی لوگوں سے واسطہ پڑ جائے ٹکر ہو جائے تو پھر یہ مخالفت ہونی شروع ہو جاتی ہے۔

سیاسی بزرگانِ دین کا درجہ عند اللہ زیادہ بڑا ہو سکتا ہے :

اِسی وجہ سے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے جو علماء اور جو اَکابر بزرگ سیاست میں آتے ہیں اللہ کے یہاں معلوم ہوتا ہے اُن کا درجہ زیادہ بڑا ہے کیونکہ وہ دین کی خاطر برا بھلا بہت سنتے ہیں گالیاں بہت کھاتے ہیں وغیرہ وغیرہ، جو نہیں آتے سیاست میں اُس کی سب تعریف کرتے ہیں ماشاء اللہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ ہر ایک تعریف کرتا ہے، اور جب تعریف کریں گے تو اپنا محاسبہ بھی وہ خود کم کرے گا اَور جب تنقید ہوگی تو وہ خود اپنا بھی جائزہ لے گا کہ تنقید صحیح ہو رہی ہے یا غلط ہو رہی ہے تو اپنی اصلاح بھی اِس کی ہوتی رہتی ہے۔ نفس کو کچلتا رہتا ہے لوگ بھی کچلتے ہیں اَور خود بھی کچلتا ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور اللہ کا دربار :

چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ آتا ہے مستشرقین آج تک اُنہیں برا کہتے ہیں کہ بِک گئے اور حکومت میں شامل ہو گئے اور عہدے قبول کر لیے اور یہ

کرلیا اور وہ کرلیا۔ اُن کے اُستاد امام ابوحنیفہؒ نے نہیں کیا عہدہ قبول، انہوں نے جیل میں جان دے دی اور یہ شاگرد جو ہیں اِنہوں نے عہدہ قبول کرلیا۔ حالانکہ اُنہوں نے جان دی عہدہ قبول نہیں کیا وہ اُس وقت کے اعتبار سے اُن کا فیصلہ دُرست تھا وہ بالکل صحیح تھا اور اِنہوں نے عہدہ قبول کیا تو یہ اَور وقت تھا اُس وقت کے اعتبار سے اِن کا فیصلہ بھی دُرست تھا یہ بھی صحیح ہے دونوں کے معاملات صحیح تھے۔

چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا آتا ہے کہ جب اُن کی وفات ہوئی تو کسی نے خواب میں دیکھا کہ جنت ہے اور جنت میں ہل چل مچی ہوئی ہے اُنہوں نے ایک فرشتے سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے خیر ہے کیا ہے اتنی ہل چل کیوں ہے؟ انہوں نے کہا تمہیں نہیں پتا؟ اُنہوں نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا ''یعقوب'' آرہے ہیں، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا نام یعقوب تھا تمہیں نہیں پتا یعقوب آرہے ہیں اور جنت دھوئی جارہی ہے یعقوب کی آمد ہے جنت میں۔ پھر اُس فرشتے نے کہا اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ پہلے اُن کو میرے پاس لانا میں اُن پر موتیاں نچھاور کروں گا پھر اُن کو سیدھے جنت میں لے جانا، اتنا بڑا درجہ ملا۔ اِدھر لوگ تنقید اِس طرح سے کر رہے ہیں اور اُدھر اللہ کے یہاں یہ درجہ۔ پھر کسی نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ اِن کو اتنا بڑا مرتبہ دیا گیا ہے تو اِس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ مخالفوں کے الزامات پر صبر کرتے تھے اذیتوں پر صبر کرتے تھے۔ تو جب کوئی نیک بندہ اِس میدان میں قدم رکھتا ہے تو مخالفتیں شروع ہوجاتی ہیں پھر اُسے صبر بھی کرنا پڑتا ہے اور کہیں کارروائی بھی کرنی پڑتی ہے کوئی ٹھیک نہ ہو تو پھر اُسے دُوسرے اَنداز میں ٹھیک بھی کرنا پڑتا ہے۔ بہت جگہوں پر صبر سے کام لینا پڑتا ہے۔

گورنر کوفہ حضرت سعدؓ پر مخالفین کے الزامات اور آزادانہ غیر جانبدارانہ تحقیقات :

تو حضرت سعد ابن ابی وقاص جب گورنر بن گئے وہاں کے تو لوگوں نے الزامات لگانے شروع کر دیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شکایتیں پہنچیں اُن میں سے ایک شکایت یہ تھی کہ یہ نماز صحیح نہیں پڑھاتے حالانکہ اِتنے بڑے عالم۔ وہ خود فرماتے تھے کہ نبی علیہ السلام کے ساتھ رہا شروع سے اسلام پر تھا ایک وقت ایسا تھا اور فرماتے ہیں کہ ہم جہاد کرتے تھے وہاں پر ہم کو صرف کیکر کے پتے کھانے کو ملتے تھے حتی کہ جو ہم اجابت کرتے تھے تو وہ بکری کی مینگنیوں کی طرح نکلتی تھی۔ اتنی قربانیاں دیں اور فرماتے ہیں کہ اَب اہل کوفہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ نماز صحیح نہیں پڑھاتے فرمانے لگے کہ اِتنا عرصہ نبی علیہ السلام کے ساتھ رہا اور دین سیکھا

پھر نماز صحیح نہ ہوتو پھر تو بیکار ہیں سارے اعمال۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ تھے امیر المؤمنین تھے اگرچہ وہ جانتے تھے کہ سعد رضی اللہ عنہ بہت بڑے آدمی ہیں اور یہ اِلزامات غلط ہیں لیکن بحیثیت امیر المؤمنین خلیفۂ وقت ہونے کے اُن کا جو فرضِ منصبی تھا کہ تحقیق کرائیں اِنکواری کرائیں گا پورا کیا۔ چنانچہ انہوں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کے بارے میں یہ شکایت آئی ہے اُنہوں نے کہا جیسے نبی علیہ السلام پڑھتے تھے ویسی پڑھاتا ہوں پہلی دو رکعتیں ذرا لمبی کرتا ہوں دُوسری دو رکعتیں مختصر پڑھاتا ہوں تو خوش ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرمانے لگے ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ مجھے تم سے یہی توقع تھی لیکن (مصلحتاً) اُن کو معزول کر کے بلالیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام مقرر کیا تین آدمی حضرت ابن مسعود کی بھی ڈیوٹی لگائی اُنہیں اور طرح کی اِنہیں اور طرح کی اَور اِنہیں بلایا لیکن تحقیق کے لیے کمیشن بھیجا انہوں نے، تحقیقاتی کمیشن اَب بھی بیٹھتے ہیں اُسے روانہ کیا کوفہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔

چنانچہ کوفے میں جا کر ساری مسجدوں میں نمازوں کے وقت وہ کمیشن جاتا تھا اور اعلان کرتا تھا کہ ہم تحقیقاتی کمیٹی ہیں اور اِس مسئلہ میں تحقیق کے لیے آئے ہیں جو حضرت عمرؓ کو شکایتیں پہنچی ہے تو جس کو جو شکایت ہو وہ بتائے۔ سول سیکٹریٹ میں نہیں بیٹھتے تھے جہاں پہرہ ہوتا ہے اَندر جانے پر بھی پابندی ہے کھلی جگہ میں مسجد میں جہاں عام خاص، چھوٹا بڑا ہر شخص ہوتا ہے یہ ہے آزادی رائے یہ ہے اسلام کی جمہوریت، یہ وہاں کی جمہوریت نہیں یہ اِسلام کی جمہوریت ہے۔ تو جب اِس طرح رہے نظام تو سب کچھ صحیح چلتا ہے پوری طرح، مسجد میں جا کر اُنہوں نے اعلان کیا اَب وہ مسجدوں میں اِعلان کر رہے ہیں کوئی شکایت نہیں۔ کوئی نہیں کہتا حالانکہ کوئی رُکاوٹ نہیں تھی کوئی ڈر نہیں تھا مارشل لاء نہیں تھا ایمرجنسی نافذ نہیں تھی حتی کہ وہ چلتے چلتے ایک اَور مسجد میں گئے وہاں بھی پھر اُنہوں نے یہی اِعلان کیا کہ جس کو سعدؓ کے بارے میں شکایت ہو وہ بتائے بس وہاں ایک مسجد [1] میں ایک آدمی تھا اُس کا نام اُسامہ [2] تھا وہ اُٹھا کہنے لگا جب آپ ہمیں قسم دیتے ہیں واسطے دے کر پوچھتے ہیں انکوائری کرنی ہی ہے تو پھر اُن کی کچھ شکایتیں میرے پاس ہیں اور اُس نے تین الزام لگائے اور تینوں خطرناک بہت خطرناک گورنر اَور عامل جیسے آدمی کے لیے اُس سے بڑی بد دیانتی اور خیانت

---

[1] بنو عبس کی مسجد [2] اُسامہ بن قتادہ (ابو سعدۃ کنیت تھی)

نہیں ہوسکتی۔ اُس نے کہا ایک تو یہ جب لشکر بھیجتے ہیں لڑنے کے لیے تو خود جاتے ہی نہیں لَا یَسِیْرُ بِالسَّرِیَّةِ آرام سے بیٹھے ہیں مزے کررہے ہیں۔ اور دُوسرا اِلزام لگایا وَلَا یَقْسِمُ بِالسَّوِیَّةِ مال غنیمت جب آتا ہے تو اُسے انصاف کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے ڈنڈی مارتے ہیں پسند کے لوگوں کو دے دیا اِدھر دے دیا اُدھر دے دیا جیسے آج کل نظام ہے حکومت کا دُوسرا یہ الزام لگایا۔ (تیسرا اِلزام یہ لگایا کہ فیصلوں میں عدل سے کام نہیں لیتے وَلَا یَعْدِلُ فِی الْقَضِیَّةِ)۔ ؎۱

سارے سیاسی (قسم کے) الزامات اُن پر لگا رہا ہے کیونکہ عہدہ سیاسی تھا سیاست کا مطلب ہی یہ ہے کہ جس چیز کا تعلق مملکت کے ساتھ عوام کے عام معاملات سے ہو حکومت کے اقتدار کے اور انتظامی کاموں سے ہو وہ امور سیاسی ہوتے ہیں۔ اسلام کا بہت بڑا حصہ ہے سیاسیات کا آپ سب حضرات جانتے ہیں۔ سارے اَکابر نے سیاست کی اَب بھی کررہے ہیں حضرت مدنیؒ نے سیاست کی حضرت والد صاحبؒ نے کی حضرت گنگوہی نے کی حضرت نانوتوی نے کی حضرت حاجی صاحب نے کی جہاد بھی کیا سیاست بھی کی سب کر رہے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فتوی دیا اُس وقت کی حکومت کے خلاف تو یہ سیاست میں تھے۔ اَب اُس نے الزامات لگائے اور معلوم ہوتا بولنے کا اَنداز بڑا فصیح تھا اُس کا، اُس نے یہ الزام لگائے بھرے مجمع میں۔ (جاری ہے) ✿ ✿ ✿

بقیہ : رمضان المبارک کے عشرہ اَخیرہ کے احکام

رمضان کے بعد دو اَہم کام :

(۱) صدقۂ فطر : فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ مقرر فرمایا رسول اکرم ﷺ نے صدقۂ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کی روزی کے لیے۔ (ابوداؤد)

(۲) شش عید کے روزے : فرمایا فخر کونین ﷺ نے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اِس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال (یعنی عید) کے مہینہ میں رکھے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا۔ اگر ہمیشہ ایسا ہی کیا کرے تو) پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا۔ اگر ہمیشہ ایسا ہی کیا کرے تو) گویا اُس نے ساری عمر روزے رکھے۔ (مسلم شریف)

؎۱ بخاری شریف ج ۱ ص ۱۰۴

روزہ

﴿ جناب پروفیسر محمد بشیر صاحب متینؔ فطرت، گورنمنٹ اِسلامیہ کالج سول لائنز لاہور ﴾

رحمتِ خاصِ الٰہی کا ہے عُنواں ، روزہ
مُژدۂ جنت فردوس بداماں ، روزہ
جُملہ طاعات و ریاضات کا گلداں ، روزہ
ارمغانِ ہمہ اَلوانِ بہاراں ، روزہ
عالمِ کون و مکاں میں ہے اَزل سے معروف
شاملِ نظمِ عباداتِ کل اَدیاں ، روزہ
صبح سے شام تلک ، رب کی رضا کی خاطر
خواہشِ نفس و خور و نوش سے گرداں ، روزہ
تقوٰی و تزکیہ ، اَثمارِ صد اَوصاف اس کے
بزمِ اَعمال میں ہے ایسا دبستاں ، روزہ
ظاہر و باطنِ انساں کو جلا دیتا ہے
نُزہتِ فکر و نظر کا ہے وہ ساماں ، روزہ
استقامت کے عجب سانچے میں ڈھل جاتا ہے
جب بھی رکھتا ہے خدا کے لیے اِنساں ، روزہ
لغویات اور معاصی سے بچا لیتا ہے
قدرتِ حق سے ہے کیا دافعِ عصیاں ، روزہ
اس کے دَم سے ہوئے مامون سب اَعضائے بدن
بہر صائم ہے خدا داد نگہباں ، روزہ

درسِ تہذیب و عمل غایتِ زرخیز اِس کی
حسنِ خلق اور مروت کا گلستاں ، روزہ
غم نصیبوں کے لیے ہدیۂ تبریک ہے یہ
توڑتا ہے غم و آلام کے زنداں ، روزہ
نوعِ اِنساں کی بھلائی کا اَتالیقِ خموش
وجہِ خوشنودیٔ ناشاد و پریشاں ، روزہ
سلکِ وحدت میں خدائی کو پرو دیتا ہے
کیا غریب اور غنی سب کو ہے یکساں ، روزہ
نظمِ طبقات پر اک ضربِ گراں ہے گویا
ہے مساوات کا دُنیا میں حدی خواں ، روزہ
یہ ہے ماحول کی تطہیر کا طرفہ ساماں
مانعِ جرم ہے کیا نسخۂ اَرزاں ، روزہ
اہلِ ایماں سے تلاوت کی حلاوت پوچھو
موجبِ ذکر و عباداتِ فراواں ، روزہ
دل کی تسکین بھی ہے ، رُوح کی معراج بھی ہے
مُستزاد اس پہ ہے غفران کا ساماں ، روزہ
خوش تراز مُشک ہے اللہ کو بو وہ ہمدم
منہ سے صائم کے جسے کرتا ہے افشاں ، روزہ
''لیلۃ القدر'' ہے اللہ کا انعامِ عظیم
سرِ آغاز و سرِ انجامِ شبِ آں ، روزہ
شکرِ نعمت کے ترانوں سے فضا گونجتی ہے
زہے قسمت کہ ہو شوکتِ ایماں ، روزہ

روزہ داروں کو ہے دو گونہ مسرت کی نوید
کیسے اعزاز کا باعث ہے مری جاں ، روزہ
ہر عبادت کی جزا حق نے مقرر کی ہے
ہے مگر خاص خدا کے لیے ذی شاں ، روزہ
بن کے خود شوقِ ملاقاتِ خدائے قدوس
نغمۂ وصل سناتا ہے خوش الحاں ، روزہ
ماسوا اللہ سے کرتا ہے یہ بے زار و بری
نکہت افشاں ہے مثالِ گلِ خنداں ، روزہ
جملہ اَعمال کی وہ روح رواں ہو جیسے
ایسے ہے زخمۂ تارِ رگِ جاں ، روزہ
حشر کے روز قبول اس کی شفاعت ہو گی
روزہ داروں کے لیے عفو کی برہاں ، روزہ
''بابِ ریان'' پہ صرف اُن کی پذیرائی ہے
کر رہا ہے جنہیں اللہ کے مہماں ، روزہ
سرِ میزانِ طبیب اس کو جو پرکھا جائے
پل میں کر دیتا ہے انگشت بدنداں ، روزہ
اس کے اَسرار و حکم کوئی کہاں تک لکھے؟
نسخۂ کیمیا ہے ، تحفۂ رحماں ، روزہ
کہکشاں ریز رہے ، تابشِ کردار متیںؔ
قریۂ جاں میں ہو گر شمعِ فروزاں ، روزہ

قسط : ۱

قومیت وصوبائیت اور زبان ورنگ کے تعصب کی اصلاح

﴿ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم، کراچی ﴾

زبان ورَنگ کا اِختلاف اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِرشادفرمایا : اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ. (سورة الحجرات ۱۰) سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔کوئی افریقہ سے آیا ہے کوئی لندن سے کوئی بلوچستان سے کوئی پنجاب سے کوئی سندھ سے کوئی کہیں سے آیا ہے کوئی کہیں سے لیکن میں سب کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَمِنْ اٰيَاتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ (سورة الروم آية ۲۲)

زبان ورنگ کا اختلاف میری نشانیاں ہیں، اگر کوئی اللہ کی نشانی کو حقیر سمجھے تو اُس کی بہت بڑی نالائقی ہے، وہ بڑا بے ہودہ آدمی ہے۔ بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ زبان ورنگ کے اختلاف سے ایک دُوسرے کو حقیر سمجھتے ہیں۔

لوگ گناہ کی حقیقت کو سمجھتے نہیں، اگر کوئی اللہ کی نشانی کو نہیں مانتا اِنکار کرتا ہے تو یہ کفر ہے۔کوئی پنجابی بولتا ہے، کوئی سندھی بولتا ہے تو اُردو زبان والے ہنستے ہیں۔اُردو اچھی زبان تو ہے لیکن اِس کو تمام زبانوں سے اچھا وافضل سمجھنا جائز نہیں اور کسی زبان کو حقیر سمجھنا جائز نہیں۔انگریزی زبان کو بھی حقیر نہ جاننا چاہیے، اگر کوئی انگریز مسلمان ہوجائے تو کیا بولے گا؟ انگریزی ہی تو بولے گا۔پس جتنی زبانیں ہیں سب کو اچھا سمجھو۔اگر تم لندن میں پیدا ہوتے تو انگریزی بولتے، پنجاب میں پیدا ہوتے تو پنجابی بولتے، سندھ میں پیدا ہوتے تو سندھی بولتے لہٰذا جو زبان تمہاری ہوتی کیا اُس کو حقیر سمجھتے؟ لہٰذا کسی زبان کو حقیر نہ سمجھو۔

جب ہم بنگلہ دیش گئے تو کبھی کسی بنگلہ دیشی کو حقیر نہیں سمجھا، اِسی وجہ سے سب بنگلہ دیشی عاشق ہوگئے کیونکہ مجھ میں عصبیت نہیں ہے، عصبیت کا نہ ہونا یہ بات بہت کم پاؤ گے۔میرے کتنے دوست پنجاب کے ہیں لیکن اُن کی پنجابی سے مجھے مزا آتا ہے۔

عصبیت.........سوء خاتمہ کا پیش خیمہ :

اپنے قلب کا جائزہ لیتے رہو کہ عصبیت کا کوئی ذرہ دِل میں تو نہیں ہے۔ اگر عصبیت کا ایک ذرہ بھی دِل میں ہوا تو سوءِ خاتمہ کا اَندیشہ ہے۔ ایک غزوہ میں ایک شخص بہت بہادری سے لڑ رہا تھا۔ ایک صحابی نے اُس کی تعریف کی تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ جہنمی ہے۔ وہ صحابی اِس کے پیچھے لگ گئے۔ آخر میں دیکھا کہ وہ زخمی ہوگیا اور زخموں کی تاب نہ لا کر اپنی تلوار سے اُس نے خودکشی کرلی۔ صحابی نے آکر یہ واقعہ حضور ﷺ سے عرض کیا اور پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ کیا ماجرا ہے؟ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ یہ شخص اِسلام کے لیے نہیں عصبیت کے لیے لڑ رہا تھا کہ میرے قبیلہ کا نام ہوگا۔ پس خوب سمجھ لو کہ عصبیت جہنم میں لے جانے والی ہے، زبان اَور رنگ کو حقیر سمجھنا جہنم میں جانے کا سامان کرنا ہے۔

اِس مضمون کو پھیلاؤ، اِس کا بہت فائدہ ہوگا، آج کل اِس کی ہر جگہ اشاعت کی ضرورت ہے۔ ہر مسلمان اِس مضمون کو آگے پھیلائے۔ کسی زبان کو حقیر نہ سمجھو، زبان اور رنگ کی وجہ سے کسی کو حقیر سمجھنا دلیل ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی نشانی کا اِنکار کر رہا ہے۔

جتنے آدمی یہاں موجود ہیں سب اِس مضمون کو پھیلائیں۔ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ آدمی اپنے باپ کی نشانی کی عزت کرتا ہے، اُس کو دیکھ کر باپ کو یاد کر کے روتا ہے کہ یہ میرے ابا کی نشانی ہے۔ وہ بندہ کتنا نالائق ہے جو اللہ کی نشانی کو جھگڑے کا ذریعہ بناتا ہے۔ ساری دُنیا کے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں چاہیں لندن کے ہوں، چاہے یوگنڈا کے ہوں۔ کالے گورے اللہ تعالیٰ بناتے ہیں، خود نہیں بنتے، اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والے ہیں۔ رنگ و زبان کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔ قرآن پاک کی کسی آیت پر ایمان نہ لائے وہ قرآن پاک کا اِنکار کرنے والا ہے۔

زبانوں اَور رنگوں کا اِختلاف ذریعہ معرفتِ الٰہیہ ہے :

اَب ایک نئی بات سنو! جو شاید مجھ ہی سے سنو گے۔ ملاوی میں ایک رات دو بجے میری آنکھ کھل گئی تو کتا بھونک رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ کیا بات ہے کہ یہاں کا کتا بھی اُسی زبان میں بھونکتا ہے جس زبان میں کراچی کا کتا بھونکتا ہے۔ کتے بلی اور تمام جانور ہر ملک کے ایک ہی طرح بولتے ہیں۔ انگلینڈ کا کتا یہ نہیں کہتا I am a dog اور اِنگلینڈ کی بلی یہ نہیں کہتی I am a cat بلکہ ہر ملک کی بلی میاؤں ہی کہے گی۔

بنگلہ دیش کے ایک عالم نے مزاحًا کہا کہ بلی جو میاؤں کہتی ہے تو دَراصل کہتی ہے کہ میں آؤں؟ یعنی دسترخوان پر کیا اکیلے اکیلے ٹھونس رہے ہو میں آؤں؟ لیکن اِنسانوں کی زبانیں ہر ملک اور ہر علاقہ کی مختلف ہیں اِس کی کیا وجہ ہے؟ دِل میں یہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اِنسانوں کو اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے اِس لیے اُن کی زبانوں میں اِختلاف کردیا تاکہ اِس اختلاف سے وہ مجھے پہچانیں کہ واہ رے میرے اللہ! آپ کی کیا قدرت ہے کہ آپ نے کتنی زبانیں پیدا فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں : وَمِنْ اٰیَاتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ .(سُورۃ الروم اٰیۃ ۲۲)

تمہارے اختلافِ زبان اور اختلافِ رنگ میں میری نشانیاں ہیں اور نشانیاں جانوروں کو نہیں دی جاتیں کیونکہ اُن کے اَندر معرفتِ الٰہیہ کی صلاحیت ہی نہیں ہے ورنہ اِنگلینڈ کی بلی انگریزی بولتی اور پاکستان کی بلی اُردو بولتی اور بنگلہ دیش کا کتا بنگلہ بولتا لیکن ساری دُنیا کے جانور ایک ہی طرح بولتے ہیں، پاکستان کا گدھا اسی طرح بولے گا جس طرح انگلینڈ کا گدھا بولتا ہے اور اِنسانوں کو کیونکہ اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا اِس لیے اُن کی زبان اور رنگ میں اختلاف کردیا لیکن یہ ہماری نادانی ہے کہ ہم اِس کو وجہ فضیلت بنالیں کہ ہم گورے ہیں تم کالے ہو۔

معلوم ہوا کہ زبان اَور رنگ کا اختلاف لڑنے کے لیے نہیں اللہ کی معرفت و محبت کے لیے ہے۔ اگر ابا اپنی کوئی نشانی دے تو بچے اُس کو دیکھ کر ابا کو یاد کرتے ہیں یا آپس میں لڑتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو اختلافِ سنہ و اختلافِ اَلوان کو اپنی نشانی بتارہے ہیں اور ہم بجائے اپنے مالک کو یاد کرنے کے اِس پر لڑ رہے ہیں اور اِس کو اپنی اپنی فضیلت کا سبب بنارہے ہیں اِس لیے دُوسری جگہ فرمایا : اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ . (سورۃ الحجرات اٰیۃ : ۱۳) تمہاری فضیلت اور کرامت زبانوں اور رنگوں پر نہیں تقویٰ پر ہے جو جتنا زیادہ متقی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُتنا ہی مکرم ہے۔

زبان ورنگ سے بالاتر ایک بے مثل قوم :

لٰہذا جو دین سے بے وفا ہوکر اَور اللہ اَور رسول کو چھوڑ کر بھاگ گئے اَور دوبارہ یہودی اَور عیسائی ہوگئے تو کوئی فکر مت کرو فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ ہم عنقریب عاشقوں کی ایک قوم پیدا کریں گے جن سے ہم محبت کریں گے اَور جو ہم سے محبت کرے گی۔ اَور ''قوم نازل'' فرمایا ''اَقوام نازل''

نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ ساری کائنات میں جتنے لوگ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں وہ سب ایک قوم ہیں۔ چاہے وہ ملاوی کا ہو یا پاکستان کا ہو، امریکہ کا ہو یا افریقہ کا ہو، کالا ہو یا گورا ہو، سارے عالم کے اللہ کے عاشق اور اللہ سے محبت کرنے والے سب ایک قوم ہیں۔ اگر اللہ کے عاشقوں میں بہت قومیں ہوتیں اور کالے گوروں کا فرق ہوتا تو اللہ لفظِ قوم نازل نہ فرماتا، اقوام نازل کرتا کہ ہم اپنے عاشقوں کی اقوام نازل کریں گے لیکن فَسَوْفَ يَاتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ فرمایا کہ پوری دُنیا میں جتنے میرے عاشق ہوں گے وہ سب کے سب ایک قوم ہیں۔ عاشقوں کی قوم الگ تھلگ نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کے عاشق سب ایک قوم ہیں :

البتہ محبت کی تعبیر کے لیے اُن کی زبانوں میں اَور رنگ میں اختلاف ہے۔ یہ دلیل اختلافِ قومیت کی نہیں ہے، یہ اختلافِ تعبیرات ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مختلف زبانوں میں ہمارا نام لیا جائے اَور مختلف رنگ کے لوگ ہمیں یاد کریں، یہ ہمارا انتظام ہے۔ اختلافِ اَلسنہ اور اختلافِ اَلوان یعنی زبان و رنگ کے اختلاف میں ہم نے اپنی نشانی اور اپنی قدرت کا تماشا دکھایا ہے کہ کوئی بنگالی بول رہا ہے کوئی انگریزی بول رہا ہے اور کوئی گجراتی بول رہا ہے وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ .

تمہارے رنگ اَور کلر اور تمہاری زبانیں جو الگ الگ ہیں یہ میری نشانیاں ہیں لہٰذا اِس سے یہ مت سمجھنا کہ ہمارے عاشقوں کی کئی قومیں ہیں۔ رنگ اور زبان کے اختلاف سے قوم کا مختلف ہونا لازم نہیں آتا۔ جو ہم سے محبت کرتا ہے چاہے وہ کسی رنگ اور کسی زبان کا ہو ایک قوم ہے۔ ساری دُنیا بھر کے عاشق ایک قوم ہیں لہٰذا آپ کو ملاوی مل جائے، افریقی مل جائے، اِنڈین مل جائے، گجراتی مل جائے لیکن وہ اللہ و رسول سے پیار کرتا ہو تو اُس سے معانقہ کرو، محبت کرو کہ واہ رے میرے پیارے ہم تم ایک برادری ہیں۔

یہاں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ سارے عالم کے عاشقِ خدا ایک قوم ہیں، دلیل میں قرآن پاک کی آیت پیش کر رہا ہوں ملاوی کے علماء یہاں موجود ہیں جنوبی افریقہ کے علماء موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ میں ایک قوم پیدا کروں گا جس کی کیا شان ہوگی؟ يُحِبُّهُمْ اللہ تعالیٰ اُن سے محبت کریں گے اور وَيُحِبُّوْنَهٗ وہ لوگ اللہ سے محبت کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی قوم کی پہلی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے محبت فرمائیں گے اَور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اور بِقَوْمٍ میں

جو ''بَا'' داخل ہے یہ اَتٰی یَأْتِیْ جو لازم تھا اُس کو متعدی کر رہا ہے۔ کیا مطلب ہوا؟ کہ ہمارے دیوانے خود سے نہیں بنتے، دیوانے بنائے جاتے ہیں۔ اِس لیے یہ ''با'' یہ معنی پیدا کر رہا ہے کہ ہم لائیں گے اپنے عاشقوں کی ایک جماعت اور قوم جس کو ہم اپنا دیوانہ بنائیں گے۔

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اُسی کو یادِ یار آئی

اللہ جس کی قسمت میں اپنا عشق اور اپنی محبت رکھتا ہے وہی اللہ کا دیوانہ ہوتا ہے جس کو اللہ پیار کرتا ہے وہی اللہ کو پیار کرتا ہے، یہ بہت خوش نصیب لوگ ہیں یہ بڑی قسمت والے ہیں بادشاہوں کو یہ قسمت نصیب نہیں ہے، اگر اللہ کو بھولے ہوئے ہیں تو بادشاہ زندگی بھر اپنی بادشاہت میں پریشان ہیں۔ تاجِ شاہی سر پر ہے اور سر میں دردِ سر ہے۔

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دَردسا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اِک نور بہتا ہے

اللہ والوں کے سینوں میں نور کا دریا بہہ رہا ہے اَور شاہوں کے سروں میں اپوزیشن کے ڈنڈے سے دردِ سر ہو رہا ہے۔ تاجِ شاہی سر پر اور خود سلطنت کی کرسی پر اور کرسی کے نیچے سے اپوزیشن کے ڈنڈے کا فکر ہر وقت پریشانی میں مبتلا کیے ہوئے ہیں۔

عاشقوں کی قومیت :

دورانِ درسِ مثنوی اِرشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ نازل کر کے بتادیا کہ میں اپنے عاشقوں سے محبت کرتا ہوں اور یہ مجھ سے محبت کرتے ہیں لیکن **قدم اللّٰہ تعالٰی محبتہ علٰی محبة عبادہ لیعلموا انھم یحبون ربھم بفیضان محبة ربھم** اللہ نے اپنی محبت کو اپنے بندوں کی محبت سے پہلے بیان کیا تاکہ میرے بندے جان لیں کہ اُن کو جو محبت میرے ساتھ ہے یہ میری ہی محبت کا فیض ہے۔

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اُسی کو یادِ یار آئی

یہ آیت مرتدین کے مقابلہ میں نازل ہوئی کہ جو مرتد ہوئے وہ بے وفا تھے، اُن کو مجھ سے محبت نہیں تھی، یہ اہلِ محبت نہیں تھے اَب اُن کے مقابلے میں فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ نازل کررہا ہوں کہ میں ایک قوم عاشقوں کی پیدا کروں گا جن سے میں محبت کروں گا اور وہ مجھ سے محبت کریں گے۔

معلوم ہوا کہ عاشقوں کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ کا ظہور ہے اور یہ مسلسل قیامت تک رہے گا چونکہ اتیان میں تو سوف ہے لیکن اِس کا تسلسل منقطع نہیں ہے لہٰذا آج بھی جو اللہ کی محبت میں مست ہو یا جو اپنے اللہ والے شیخ پر عاشق ہو تو سمجھ لو کہ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ کا ایک فرد ہے۔ کونسی قوم؟ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ کی قوم۔ یہ ایک قوم ہے، اپنے عاشقوں کو اللہ نے ایک قوم قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہم سب ایک قوم ہیں اگر چہ کوئی پنجابی، کوئی بنگالی، کوئی ہندوستانی، کوئی فارسی، کوئی عربی ہو ہزاروں ملکوں کے ہوں، ہزاروں زبانوں کے ہوں مگر ہم مختلف اَقوام نہیں ایک ہی قوم ہیں۔

معلوم ہوا قومیت ملکوں سے نہیں بنتی، معلوم ہوا قومیت رنگ و نسل اور زبانوں سے نہیں بنتی ملکوں علاقوں خاندان اور قبائل سے نہیں اللہ کے عشق سے قومیت بنتی ہے۔ عالَم میں جتنے اللہ کے عاشق ہیں سب ایک قوم ہیں۔ اگر ہر ملک اور ہر علاقے کے عاشقانِ خدا الگ الگ قومیں ہوتیں تو اللہ تعالیٰ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِاَقْوَامٍ نازل فرماتے کہ ہم بہت سی اقوام پیدا کریں گے لیکن فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ مفرد نازل کر کے بتا دیا کہ سارے عالَم کے عاشق ایک ہی قوم ہیں، جو بھی اللہ کا عاشق ہے وہ ہماری قوم میں داخل ہے اور جو اُن کا عاشق نہیں وہ ہماری قوم میں نہیں اگر چہ ہمارے وطن کا ہو، اگر چہ ہمارا قریبی رشتہ دار ہو، ہمارا خون، ہماری زبان، ہمارا ملک، ہمارا صوبہ، ہمارا علاقہ ہماری قوم نہیں ہے۔ ہماری قوم اللہ کی عاشقین سے بنتی ہے۔

اِس قومیت کے اجزائے ترکیبی دو ہیں ایک یُحِبُّھُمْ اور دُوسرا وَیُحِبُّوْنَہٗ یعنی جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور جو اللہ سے محبت کرتے ہیں ۔ یہ قوم وہ ہے جس کو خالقِ اقوام نازل فرما رہا ہے۔ امریکہ برطانیہ اَور دُنیا کے بھر کے کافر اِس قوم کو کیا جانیں، اُن کی قومیت تو رنگ و نسل ملک اور قوم اور زبانوں کے اِختلاف کی بنیادوں پر بنتی ہے جس کا نتیجہ بغض و نفرت وعداوت ہے۔

پیدا کرنے والا جانتا ہے کہ قومیت کیا چیز ہے؟ جس نے ہم سب کو پیدا کیا اُس کی بتائی ہوئی قومیت

معتبر ہے یا اُن کافروں کی بنائی ہوئی؟ اِس قوم کی امتیازی شان رنگ ونسل زبان اور ملک نہیں ہے اِس کی امتیازی شان یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ ہے کہ یہ قوم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اِس سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پہلے یُحِبُّھُمْ فرمایا کہ اللہ اُن سے محبت کرتا ہے مگر کیسے معلوم ہو کہ اللہ اُن سے محبت کر رہا ہے؟ یُحِبُّھُم کی ضمیر ھُمْ کے اَفراد کو اَب متعین نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نزولِ وحی بند ہو چکا، اَب جبرئیل علیہ السلام نہیں آسکتے۔ نصِ قطعی سے تعین نہیں ہوسکتا کہ فلاں فلاں اشخاص سے اللہ کو محبت ہے پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کے اِدراک کا اَب کونسا تھرما میٹر ہے، کون سی دلیل ہے کیونکہ اللہ کی محبت اپنے بندوں کے ساتھ مخفی ہے لیکن اللہ کے بندوں کی محبت اللہ کے ساتھ تو ظاہر ہے۔

عشقِ من پیدا و دلبر نا پدید

میرا عشق تو ظاہر ہے لیکن میرا محبوب پوشیدہ ہے میرا عشق یعنی وضو کرنا نماز پڑھنا روزہ رکھنا طواف کرنا جہاد کرنا سر کٹانا سب ظاہر ہے مگر محبوب پوشیدہ ہے۔

در دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

دونوں عالم میں ایسا محبوب دکھاؤ کہ جس کو دیکھا بھی نہیں لیکن ایک ہی دن میں ستر شہید اُحد کے دامن میں لیٹے ہوئے ہیں۔

اِسی طرح آج بھی بندوں کی محبت تو میرے ساتھ ظاہر ہو رہی ہے لیکن اے دُنیا والو یُحِبُّھُمْ کا علم تمہیں کیسے ہوگا تم کیسے جانو گے کہ میں بھی اُن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ نزولِ وحی بند ہو چکا لہٰذا آگے دلیل موجود ہے وَیُحِبُّوْنَہٗ جو لوگ مجھ سے محبت کر رہے ہیں تو سمجھ لو کہ میں بھی اُن سے محبت کر رہا ہوں جس پر یُحِبُّوْنَہٗ کے آثار دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ میری ہی محبت کا فیضان ہے۔ یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ اللہ تعالیٰ نے مضارع نازل فرما کر بتا دیا کہ میرے عُشاق حال میں بھی میرے باوفا رہیں گے اور مستقبل میں بھی میرے باوفا رہیں گے۔ یہی آیت دلالت کرتی ہے کہ اہلِ محبت کی صحبت میں رہنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی دائمی وفاداری حاصل ہو جائے۔

اور اِس آیت کا نزول سارے عالم کے عاشقوں میں رابطہ اور محبت میں اضافے کا ضامن ہے کیونکہ

جب اُن کو معلوم ہوگا کہ ہم سب ایک قوم ہیں تو ہر قوم اپنی قوم کو محبوب رکھتی ہے۔ جن بچوں کو معلوم ہو کہ ہم ایک باپ کے اولاد ہیں اُن میں آپس میں محبت ہوتی ہے اور جن کا تعلق باپ سے کمزور ہوتا ہے اُنہیں کی آپس میں لڑائی ہوتی ہے، جو اللہ کی محبت سے محروم ہیں وہی آپس میں لڑتے ہیں اور اہلِ محبت چونکہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک قوم ہیں ایک جان ایک قالب ہیں اسی لیے اُن کے قلب اور قالب پر اللہ کی محبت غالب ہے۔

ایک قوم ہونے کے احساس سے محبت میں خود بخود اِضافہ ہو جاتا ہے۔ سارے عالم میں کسی ملک کسی علاقہ کا کوئی اللہ والا پایا جاتا ہے تو ہر اللہ والا اُس کی محبت محسوس کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ کے عاشقوں میں کبھی لڑائی نہیں ہوتی ایک عاشق دُوسرے عاشق سے مل کر مست ہو جاتا ہے کیونکہ یہ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ کا فرد ہے۔

یوں تو ہوتی ہے رقابت لازماً عشاق میں
عشق مولیٰ ہے مگر اس تہمت بد سے بری

بتایئے ! کیا علومِ اختر پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم نہیں ہے کہ قرآن پاک کی آیات سے تصوف کے مسائل کا استخراج واستنباط ہو رہا ہے اور آج زندگی میں پہلی بار يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ سے عاشقوں کا ایک قوم ہونا اللہ تعالیٰ نے قلب پر منکشف فرمایا اور میرا دل کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اختر کو اِس علم میں خاص فرمایا شاید ہی کسی کا ذہن اِس طرف گیا ہو کہ اللہ کا ہر عاشق خواہ کسی ملک علاقے کسی رنگ کسی نسل کا ہو یہ سب ایک قوم میں داخل ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ نازل فرمایا بِاَقْوَامٍ نازل نہیں فرمایا۔ قرآن پاک کے علوم غیر محدود ہیں، جب صاحبِ کلام غیر محدود ہے تو اِس کلام کے لطائف اور خوبیاں کیسے محدود ہوں گی، غیر محدود ذات کی ہر صفت بھی غیر محدود ہوتی ہے اور یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ یہ تفسیر نہیں بلکہ اسرارِ لطائفِ قرآنیہ ہیں۔ (جاری ہے)

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

مومن ایک آنت میں کھاتا پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا کَانَ یَأْکُلُ اَکْلًا کَثِیْرًا فَاَسْلَمَ وَکَانَ یَأْکُلُ قَلِیْلًا فَذُکِرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَأْکُلُ فِیْ مِعًا وَّاحِدٍ وَالْکَافِرَ یَأْکُلُ فِیْ سَبْعَۃِ اَمْعَآءَ. (بخاری بحوالہ مشکوۃ شریف ص ۳۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص تھا جو (پہلے تو) بہت زیادہ کھایا کرتا تھا مگر جب مسلمان ہوا تو کم کھانے لگا۔ نبی کریم ﷺ سے اِس کا تذکرہ کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ مومن تو ایک آنت میں کھاتا ہے اَور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ضَافَہٗ ضَیْفٌ وَّھُوَ کَافِرٌ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِشَاۃٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَھَا ثُمَّ اُخْرٰی فَشَرِبَہٗ ثُمَّ اُخْرٰی فَشَرِبَہٗ حَتّٰی شَرِبَ حِلَابَ سَبْعِ شِیَاہٍ ثُمَّ اِنَّہٗ اَصْبَحَ فَاَسْلَمَ فَاَمَرَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِشَاۃٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَھَا ثُمَّ اَمَرَ بِاُخْرٰی فَلَمْ یَسْتَتِمَّھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمُؤْمِنُ یَشْرَبُ فِیْ مِعًا وَّاحِدٍ وَالْکَافِرُ یَشْرَبُ فِیْ سَبْعَۃِ اَمْعَآءَ. (مسلم بحوالہ مشکوۃ شریف ص ۳۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے یہاں ایک مہمان آیا جو کافر تھا رسول اکرم ﷺ نے اُس کے لیے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا، بکری دوہی گئی اُس کافر نے اُس دُودھ کو پی لیا، پھر آپ کے حکم سے دُوسری بکری دوہی گئی وہ اُس دُودھ کو بھی پی گیا، پھر ایک اور بکری دوہی گئی وہ اُس کا دُودھ بھی پی گیا حتی کہ

وہ سات بکریوں کا دُودھ پی گیا، پھر جب صبح ہوئی تو وہ مسلمان ہوگیا، رسول اکرم ﷺ نے اُس کے لیے بکری دوہنے کا حکم دیا بکری دوہی گئی اور اُس نے اُس کا دُودھ پی لیا پھر آپ نے دُوسری بکری دوہنے کا حکم دیا (بکری دوہی گئی) لیکن (اَب) وہ اُس کا دُودھ نہ پی سکا۔ (اِس پر) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔

ف : کہا جاتا ہے کہ اِنسان کے پیٹ میں سات آنتیں ہوتی ہیں خواہ مسلمان ہو یا کافر پھر حدیث میں جو آیا ہے کہ مومن ایک آنت میں کھاتا پیتا ہے اَور کافر سات آنتوں میں، اِس کا کیا مطلب ہے؟ اِس کے بارے میں علماء کرام کا کہنا ہے کہ یہاں ایک آنت اور سات آنت سے مراد قلتِ حرص اور کثرتِ حرص ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کھانے پینے میں کم حرص رکھتا ہے اِس وجہ سے اُس کے کھانے پینے میں برکت ہوتی ہے اور وہ تھوڑے کھانے پینے سے سیر ہو جاتا ہے۔ اور کافر زیادہ حرص رکھتا ہے اُس کا مطمحِ نظر حیوانوں کی طرح صرف کھانا پینا ہی ہوتا ہے اِس لیے اُس کے کھانے پینے میں برکت نہیں ہوتی اور تھوڑے کھانے پینے سے سیر نہیں ہوتا۔ لیکن یہ بات اکثر و اَغلب افراد کے اعتبار سے ہے نہ کہ تمام افراد کے لحاظ سے۔

صبح نہار منہ سات عجوہ کھجوریں کھانے سے اُس دِن زہر اور جادُو اَثر نہیں کرتے :

عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمْرَاتٍ عَجْوَۃٍ لَمْ یَضُرَّہٗ ذَالِکَ الْیَوْمَ سَمٌّ وَّلَا سِحْرٌ.

(بخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ شریف ص ۳۶۴)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے سنا : آپ فرمارہے تھے کہ جو شخص صبح نہار منہ سات عجوہ کھجوریں کھائے گا اُسے اُس دن کوئی زہر اَور جادُو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

سات عجوہ کھجوروں کو گٹھلیوں سمیت کُوٹ کر کھانا دِل کی تکلیف کے لیے مفید ہے :

عَنْ سَعْدٍ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا اَتَانِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ فَوَضَعَ یَدَہٗ بَیْنَ ثَدْیَیَّ حَتّٰی وَجَدْتُّ بَرْدَھَا عَلٰی فُوَادِیْ وَقَالَ اِنَّکَ رَجُلٌ

مَّفْؤُدٌ اِئْتِ الْحَارِثَ بْنَ كَلْدَةَ اَخَا ثَقِيْفٍ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ يَتَطَبَّبُ فَلْيَأْخُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِنْ عَجْوَةِ الْمَدِيْنَةِ فَلْيَجَأْهُنَّ بِنَوَاتِهِنَّ ثُمَّ لِيَلُدَّكَ بِهِنَّ.

(ابو دٗاؤد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۶۶)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بہت سخت بیمار ہوا تو نبی کریم ﷺ عیادت کی غرض سے میرے پاس تشریف لائے آپ نے (اُس وقت) میری دونوں چھاتیوں کے درمیان (یعنی سینے پر) اپنا دستِ مبارک رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے دِل میں محسوس کی، پھر آپ نے فرمایا تمہیں دل کی تکلیف ہے لہٰذا تم حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ جو قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتا ہے۔ علاج معالجہ کرنا جانتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ مدینہ کی سات عجوہ کھجوریں لے، پھر اُن کو گٹھلیوں سمیت کُوٹ لے اور اُس کے بعد اُن کو (دوائی کی صورت میں) تمہارے منہ میں ڈالے۔

ف : عجوہ کھجور مدینہ طیبہ کی سب سے عمدہ کھجور سمجھی جاتی ہے ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عجوہ کھجور حضور ﷺ کو بہت زیادہ پسند تھی عجوہ کھجور کی اَحادیثِ مبارکہ میں بہت زیادہ فضیلت ذکر کی گئی ہے۔ ایک حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا : اِنَّ فِیْ عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَآءً وَاِنَّهَا تِرْيَاقٌ اَوَّلَ الْبُكْرَةِ (مسلم بحوالہ مشکوۃ ۳۶۵) عوالی کی عجوہ کھجوروں میں شفا ہے اَور وہ زہر وغیرہ کے لیے تریاق کی خاصیت رکھتی ہے جبکہ اُس کو دِن کے ابتدائی حصے میں (یعنی نہار منہ) کھایا جائے۔ ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اَلْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَفِيْهَا شِفَآءٌ مِّنَ السَّمِّ (ترمذی بحوالہ مشکوۃ ۳۶۷) عجوہ جنت کی کھجور ہے اور اُس میں زہر سے شفاء ہے۔

مرزا کے متعلق قاضی منصور پوریؒ کی تین پیشین گوئیاں

﴿ حضرت مولانا ضیاء الحُسن صاحب طیّب ، برمنگھم، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

جب سے فتنۂ قادیانیت نے جنم لیا ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی نبوت کا دعوی کر کے اُمتِ محمدیہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچانے اَور وحدتِ اُمت کو پارہ پارہ کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے علماءِ حق اپنے فرضِ منصبی اور ذمّہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اِس فتنہ کی سرکوبی کے لیے شب و روز ایک کیے ہوئے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب نبوت کا دعوی کیا تو علماءِ کرام نے اپنے اپنے مزاج اور ہمت کے مطابق اُس کا مردانہ وار مقابلہ کیا بے شمار علماء شہید ہوئے سینکڑوں جیلوں میں بند کیے گئے اَور اُنہوں نے طرح طرح کی اَذیتیں اور صعوبتیں اُٹھائیں۔

میدان مناظرہ کا ہو یا مکالمہ کا یا مباہلہ کا علماء نے اِس جھوٹے مدعی نبوت کو کہیں بھی راہِ فرار کا موقع نہ دیا۔ جن حضرات نے خلوصِ دِل سے چاہا کہ ایک مسلمان انگریز مکار کی چال میں آ کر اپنی آخرت تباہ کر بیٹھا ہے اور راہِ حق سے ہٹ گیا ہے اور جہنم کا ایندھن بننے پر تُلا ہوا ہے اُس کو کسی طرح سمجھا بجھا کر واپس مسلمانوں کی صفوں میں شامل کیا جائے اُن ہی بزرگوں میں ایک نام ممتاز عالم دین مؤلف کتبِ کثیرہ قاضی سلیمان منصور پوری کا بھی ہے۔

قاضی صاحب نے اپنی دو کتابیں ''غایت المرام اور تائید اسلام'' مرزا صاحب کے پاس بھیجیں کہ مرزا صاحب کے دعوی کی اصلاح ہو سکے، قاضی صاحب نے اِن کتابوں کے ساتھ ایک خط بھی تحریر کیا کہ اگر آپ نے اِن کتابوں کا مطالعہ کے بعد بھی اپنی ضد نہ چھوڑی اور اِسی گمراہی کے راستے کو اَپنائے رکھا تو چونکہ آپ پیشینگوئیاں بہت کرتے ہیں بندہ بھی بہ توفیقِ الٰہی تین باتیں لکھ دیتا ہے :

(۱) آپ کو حج نصیب نہیں ہوگا (۲) آپ سے اِن کتابوں کا جواب نہ بن پائے گا

(۳) آپ کی موت میری موت سے قبل ہوگی۔

اُدھر قاضی صاحب کے اَحباب کو پتہ چلا تو وہ پریشان ہوئے اور حضرت سے تشویش کا اظہار کیا آپ نے فرمایا خط کو جانے دو ایسا ہی ہوگا اِنشاء اللہ۔ اِس کے ساتھ آپ نے ایک خواب سنایا اور فرمایا :

''سیّدنا حسنؓ اور حسینؓ کو خواب میں دیکھا آپ دونوں شہزادے حوض میں ہیں میں نے قریب جا کر سلام کیا تو اُنہوں نے پانی کے چھینٹے مجھ پر پھینکے۔ میں نے عرض کیا شہزادو! آپ کے خاندان کے غلاموں کا غلام ہوں بلکہ اُن سے بھی کمتر، یہ شوخی کیسی؟ اُنہوں نے فرمایا سلیمان! یہ شوخی نہیں عطا ہے ہم جس حوض میں ہیں اُس کے چند چھینٹے تمہیں بھی عطا کر رہے ہیں یہ ''غایت المرام'' لکھنے کا اِنعام ہے ہماری طرف سے تم بھی تین پیشینگوئیاں لکھ دو وہ بھی بہت پیشینگوئیاں کرتا ہے۔''

اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت قاضی صاحب نے جو پیشینگوئیاں کی تھیں وہ حضرات حسنینؓ کی طرف سے تھیں اِس لیے آپ پوری طرح مطمئن تھے۔

قاضی صاحب کو یہ سب کچھ ''غایت المرام'' یعنی عقیدہ ختمِ نبوت کے تحفظ میں نصیب ہوئی۔

بقیہ : دینی مسائل

مسئلہ : عورت نے کہا تین ہزار روپے کے عوض میں مجھ کو تین طلاق دیدے۔ اِس پر شوہر نے ایک ہی طلاق دی تو فقط ایک ہزار روپے مرد کو ملے گا اَور اگر دو طلاقیں دی ہوں تو دو ہزار۔ اگر تینوں دیدے تو پورے تین ہزار روپے عورت سے دلائے جائیں گے اَور سب صورتوں میں طلاقِ بائن پڑے گی کیونکہ مال کا بدلہ ہے۔

عدالتی یا جبری خلع :

پاکستان کے عائلی قوانین کے تحت جب کوئی عورت اپنی کسی پریشانی میں عدالت سے رجوع کرتی ہے اَور خلع کی بنیاد پر تفریق حاصل کرنا چاہتی ہے اَور عدالت اُس کے حق میں فیصلہ کرنا چاہتی ہے تو یہ حکم جاری کرتی ہے کہ خلع کی بنیاد پر نکاح فسخ کیا جاتا ہے جبکہ شوہر سے خلع پر رضامندی بھی حاصل نہیں کی جاتی۔ خلع زوجین کے مابین ایک باہمی معاہدہ ہوتا ہے اَور عدالت یک طرفہ طور پر جبرًا خلع نہیں کرا سکتی۔ اِس سے نکاح ختم نہیں ہوتا اور عورت کا آگے کسی اَور سے نکاح کرنا صحیح نہیں ہوتا۔

میری جستجو مدینہ

﴿ جناب پروفیسر محمد حمزہ نعیم صاحب، سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج جھنگ ﴾

مدینہ کی طرف مائل رہے میری نظر آقا تیرے فرمان کے تابع رہوں میں عمر بھر آقا

''ابوالقاسم کی بات مان لو، اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمْ '' زندگی کی چند آخری سانسیں لیتے بیٹے کے پاس یہودی باپ توراۃ مقدس کی تلاوت کرر ہا تھا۔ رحمتِ عالمین ﷺ کو جب بچے کی بیماری کا علم ہوا تو آپ اپنے چند مقدس صحابہؓ کے ہمراہ اُس کی بیمار پُرسی کو تشریف لائے۔ یہ بچہ کئی دفعہ رحمتِ عالمین ﷺ کی مقدس مجلس میں حاضر ہوتا رہا تھا۔ اَب کئی روز سے اُس کے حاضر نہ ہونے پر خود آقا ﷺ نے اپنے اصحاب سے اُس کے بارے میں سوال کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کئی روز سے سخت بیمار ہے۔

بیمار پُرسی تو ویسے بھی سنت ہے مگر یہاں تو اُس کی حاضری کی وجہ سے خود آقا ﷺ کو اُس بچے سے اُنس پیدا ہو گیا تھا۔ اَب جب آقا مع اصحاب کرام تشریف فرما ہوئے اور بچے کے والد کو توراۃِ مقدس کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا جیسا کہ اہلِ اسلام اپنے حالتِ نزع والے بیماروں کے پاس سُورۃ یٰسین تلاوت کرتے ہیں، نبی پاک ﷺ سمجھ گئے کہ اِس یہودی کو بھی اپنے بیٹے کے دم واپس ہونے کا یقین ہو رہا ہے۔ اِرشاد فرمایا: اے یہودی، اے موسیٰ کلیم اللہ کے اُمتی! تم توراۃ پڑھ رہے ہو سچ سچ بتاؤ کیا اِس مقدس کتاب میں میرا نام نامی نہیں ہے؟ (مفہوم حدیث)۔ یہودی کہنے لگا ''نہیں ہے'' آخری دموں پر ہونے کے باوجود بسترِ مرگ پر بیٹا بول اُٹھا، یا رسول اللہ ﷺ میرے باپ نے غلط کہا آنجناب کا ذکر گرامی واضح طور پر موجود ہے۔

بیٹے کے یہ کہنے پر رحمت کی نظر اُدھر متوجہ ہوئی فرمایا'' بیٹا پھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہْ کی شہادت دے دو''۔ اَب بیٹے نے باپ کی طرف دیکھا گویا وہ باپ سے کلمہ پڑھنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ اوّلاً ذکر رسول کا اِقرار اور پھر والد کا احترم۔ خوش قسمتی سے والد کی زبان سے نکلا '' اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمْ '' ہاں

ابوالقاسم کی بات مان لو (کلمہ پڑھ لو)۔ بیٹے نے کلمہ طیبہ کے بول بولے اور اُس کی رُوح اعلیٰ علیین میں پہنچ گئی۔ یہودی باپ سے خوش نصیب مسلمان بیٹے کی میت اصحابِ رسول نے وصول کر لی اور غسل کے بعد اُسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

اِس خوش نصیب بیٹے نے نہ کوئی نماز پڑھی نہ کوئی اور عمل کیا بس چند لمحے اُسے کلمہ طیبہ پڑھنے اور دیدارِ رسول ﷺ کے نصیب ہوئے اور درجہ اِتنا بڑھا کہ سوائے دُوسرے اصحاب رسول کے بلند سے بلند درجہ رکھنے والے غوث، قطب، ابدال، مجاہد اَور شہید بھی اُس کے درجے کو نہیں پا سکتے۔ ع

میری آرزو محمد ﷺ ، میری جستجو مدینہ

کاش آج کے یہودی نصرانی اپنے ہم مذہب مدینہ کے اِس مذکورہ بالا یہودی کے قول پر عمل کر لیں جس نے چھوٹا سا جملہ بول کر اپنے بیٹے کے فردوس بریں پہنچنے میں مدد کی (اگرچہ خود وہ محروم رہا)۔

اور کاش ثم کاش! آج کے مسلمان کہلانے والے، اُمتِ محمدیہ کے اَفراد، مدینہ کے اُس یہودی کے قول " اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمْ " پر سو فیصد عمل کر لیں۔

حقیقت یہی ہے کہ عقائد میں، اعمال میں، عبادات میں، معاملات میں، معاشرت واخلاق میں ہر طور پر آقا ابوالقاسم ﷺ کی اطاعت کی جائے گی تو دونوں جہانوں کی سعادت۔ اَور اگر یہودی کا قول تو ہم نے سن لیا، پڑھ لیا اور دُوسروں کو بھی اُس کی تبلیغ کر دی مگر خود اطاعت ابی القاسم سے محروم رہے اور یہود و نصارٰی کے اعمال و کردار اور رفتار و گفتار بلکہ اُن ہی کی تہذیب و تمدن کو سرمایہ زندگی بنا لیا تو جنت اِتنی سستی تو نہیں ہے، ہدایت اِتنی اَرزاں تو نہیں ہے کہ ہم تو دُور بھاگیں اور اللہ کریم زبردستی ہمیں ہدایت کا خزانہ عطا فرمادیں۔

چہرہ بدلا ہے مگر سوچیں ابھی بدلی نہیں نفسِ امّارہ سے اپنی دوستی بدلی نہیں

دینی مسائل

خلع کا بیان :

اگر میاں بیوی میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اَور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ کچھ مال دے کر یا اپنا مہر دے کر اپنے شوہر سے کہے کہ اِتنا روپیہ لے کر میری جان چھوڑ دے یا یوں کہے جو میرا مہر تیرے ذمّہ ہے اُس کے عوض میں میری جان چھوڑ دے۔ اِس کے جواب میں شوہر کہے میں نے چھوڑ دی تو اُس عورت پر ایک طلاق بائن پڑ گئی۔ البتہ اگر شوہر نے اُسی مجلس میں جواب نہیں دیا بلکہ اُٹھ کھڑا ہوا یا شوہر تو نہیں اُٹھا عورت اُٹھ کھڑی ہوئی تب شوہر نے کہا اچھا میں نے چھوڑ دی تو اِس سے کچھ نہیں ہوا۔ جواب وسوال دونوں ایک ہی جگہ ہونے چاہئیں۔ اِس طرح جان چھڑانے کو شریعت میں ''خلع'' کہتے ہیں۔

مسئلہ : مرد نے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا عورت نے کہا میں نے قبول کیا تو خلع ہو گیا۔ البتہ عورت نے اگر اُسی جگہ جواب نہ دیا ہو وہاں سے اُٹھ کھڑی ہوگئی ہو یا عورت نے قبول ہی نہیں کیا تو کچھ نہیں ہوا لیکن عورت اگر اپنی جگہ بیٹھی رہی اور مرد یہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا اَور عورت نے اُس کے اُٹھنے کے بعد قبول کیا تب بھی خلع ہو گیا۔

مسئلہ : اگر خلع کی پیشکش مرد کی جانب سے ہو تو وہ اِس سے پھر نہیں سکتا اَور اگر خلع کی پیشکش عورت کی جانب سے ہو تو وہ مرد کے قبول کرنے سے پیشتر اپنی پیشکش واپس لے سکتی ہے۔

مسئلہ : مرد نے فقط اِتنا کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا اَور عورت نے قبول کر لیا مہر یا روپے پیسے کا ذکر نہ مرد نے کیا نہ عورت نے تب بھی نکاح سے متعلق جو حق مرد کا عورت پر ہے اَور نکاح سے متعلق جو حق عورت کا مرد پر ہے سب معاف ہوا۔

اگر مرد کے ذمہ مہر باقی ہے تو وہ بھی معاف ہو گیا اَور اگر عورت پا چکی ہے تو خیر اُس کا لٹانا واجب نہیں۔ البتہ عدت ختم ہونے تک روٹی کپڑا اَور رہنے کا گھر دینا پڑے گا ہاں اگر عورت نے کہہ دیا ہو کہ عدت کا روٹی کپڑا اور رہنے کا گھر بھی تجھ سے نہ لوں گی تو وہ بھی معاف ہو گیا۔

مسئلہ : اور اگر اِس کے ساتھ کچھ مال کا بھی ذکر کر دیا جیسے یوں کہا دو ہزار روپے کے عوض میں نے تجھ سے خلع کیا پھر عورت نے قبول کر لیا تو خلع ہو گیا۔ اب عورت کے ذمہ دو ہزار روپے دینے واجب ہو

گئے۔ اپنا مہر پا چکی ہو تب بھی دو ہزار روپے دینے پڑیں گے اور اگر مہر اَبھی نہ پایا ہو تب بھی دینے پڑیں گے اور مہر بھی نہ ملے گا کیونکہ وہ خلع کی وجہ سے معاف ہو گیا۔

مسئلہ : اگر خلع مہر پر کیا یعنی مرد نے یوں کہا میں نے تجھ سے مہر پر خلع کیا اَور عورت نے قبول کر لیا تو اگر مہر اَبھی وصول نہیں کیا تھا تو ساقط ہو جائے گا اَور اگر وصول کر چکی تھی تو واپس لُٹانا پڑے گا۔

مسئلہ : خلع میں اگر قصور مرد کا ہو تو مرد کو روپیہ اور مال لینا یا جو مہر مرد کے ذمّہ ہے اُس کے عوض میں خلع کرنا بڑا گناہ ہے۔ اگر کچھ مال لے لیا تو اُس کو اپنے خرچ میں لانا بھی حرام ہے۔ اگر عورت ہی کا قصور ہو تو جتنا مہر دیا ہے اُس سے زیادہ نہ لینا چاہیے بس صرف مہر ہی کے عوض میں خلع کر لے۔ اگر مہر سے زیادہ لے لیا تو بھی خیر بے جا تو ہوا لیکن کچھ گناہ نہیں۔

مسئلہ : عورت خلع کرنے پر راضی نہ تھی مرد نے اُس سے زبردستی کی اَور خلع کرنے پر مجبور کیا یعنی مار پیٹ کر دھمکا کر خلع کیا تو طلاق پڑ گئی لیکن مال عورت پر واجب نہیں۔ اگر مرد کے ذمّہ مہر باقی ہو تو وہ بھی معاف نہیں ہوا۔

خلع اور مال کے عوض طلاق کے درمیان فرق :

یہ سب باتیں اُس وقت ہیں جب خلع کا لفظ کہا ہو یا یوں کہا ہو کہ ہزار روپے پر یا پانچ ہزار کے عوض میں میری جان چھوڑ دے یا یوں کہا میرے مہر کے عوض میں مجھ کو چھوڑ دے اَور اگر اِس طرح نہیں کہا بلکہ طلاق کا لفظ کہا جیسے یوں کہے کہ دو ہزار روپے کے عوض میں مجھے طلاق دے دو تو اِس کو خلع نہ کہیں گے۔ اگر مرد نے اِس مال کے عوض طلاق دے دی تو ایک طلاقِ بائن پڑ گئی اَور اِس میں کوئی حق معاف نہیں ہوا نہ وہ جو مرد کے اُوپر ہیں اَور نہ وہ جو عورت پر ہیں۔ مرد نے اگر مہر نہ دیا تو وہ بھی معاف نہیں ہوا۔ عورت اُس کا دعوی کر سکتی ہے اَور مرد یہ دو ہزار روپے عورت سے لے گا۔

مال کے عوض طلاق کے چند مسائل :

مسئلہ : مرد نے کہا میں نے تین ہزار روپے کے عوض میں طلاق دی تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہے۔ اگر نہ قبول کرے تو نہ پڑے گی اَور اگر قبول کر لے تو ایک طلاقِ بائن پڑ گئی لیکن اگر جگہ بدل جانے کے بعد قبول کیا تو طلاق نہیں پڑی۔ (باقی صفحہ ۵۷)

اَخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

یکم اگست/ ۹ رشعبان کو مدینہ منورہ کے شیخ القراء حضرت قاری بشیر احمد صاحب صدیق دامت برکاتہم اپنے رُفقاء کے ہمراہ بعد عصر جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے اُن کی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔ جامعہ کے تعلیمی وتعمیری اَحوال دیکھ کر خوشی ومسرت کا اِظہار فرمایا اَور دُعاؤں سے نوازا۔ بعد اَزاں مغرب سے پہلے تشریف لے گئے۔

۹ راگست کو حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب آزاد کشمیر سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور طلباء سے بیان فرمایا۔

۲۰ رشعبان مطابق ۱۲ راگست کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے دورۂ صرف ونحو کے تقریباً ۶۰۰ طلباء سے الوداعی خطاب فرمایا، اگلے روز دورۂ صرف ونحو کا اِختتام ہوا اور تعطیلات ہوئیں۔

۲۴ رشعبان/ ۱۶ راگست کو مسجدِ حامد کے صحن اور مرکزی دروازے اور بغلی دروازے کے زینے کی تعمیر کا آغاز ہوا، تقریبًا چالیس لاکھ لاگت کا تخمینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اِس کام میں حصہ لینے والے حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

۲۱ راگست کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب منڈی بہاؤالدین کے مولانا فلک شیر صاحب کی دعوت پر جامع مسجد طیبہ میں افتتاحی جمعہ پڑھانے کے لیے جہلم تشریف لے گئے جہاں آپ نے علم دین اور اہل علم سے رابطہ اور محبت کے موضوع پر بیان فرمایا۔

وفیات

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

گزشتہ ماہ جدہ میں جناب میاں سیف الرحمٰن صاحب کی والدہ صاحبہ طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں جنہیں بعداَزاں مکہ مکرمہ میں جنت المعلّٰی کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

جامعہ مدنیہ جدید کے اُستاذ الحدیث مولانا محمد حسن صاحب اور مولانا خلیل احمد صاحب کے نانا بھی گزشتہ ماہ وفات پاگئے۔

تاخیر سے ملنے والی اطلاع کے مطابق شیخ مسعود صاحب عرف سودی میاں کی خوش دامن صاحبہ بھی طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں۔

فاضل جامعہ مدنیہ مولانا عثمان سلیم صاحب کی دادی صاحبہ بھی گزشتہ ماہ وفات پاگئیں۔

جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس مولانا اظہار الحق صاحب کے چچا صاحب اور جامعہ کے باورچی گل رحیم کے ماموں بھی گزشتہ ماہ وفات پاگئے۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِتعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اور کتابیں

(۵) زیرِتعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ - 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 36152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)